زینب

لجنہ اماء اللہ ناروے

اپریل تا جون ۲۰۲۱

اَلسَّمِیْعُ
اَلْمُجِیْبُ
اَللَّطِیْفُ
ذُوْرَحْمَةٍ
اَلْکَرِیْمُ
اَلشَّکُوْرُ
اَلْوَدُوْدُ
اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ
اَلرَّءُوْفُ
اَلْعَلِیُّ
کَاشِفُ الضُّرِّ
اَلْمُؤَخِّرُ
اَلْغَافِرُ
ذُوْمَغْفِرَةٍ

اَلْمُعِزُّ
اَلْبَاسِطُ
اَلْمُذِلُّ
اَلْمُقَدِّمُ
اَلْوَکِیْلُ
اَلنَّافِعُ
اَلْعَفُوُّ
اَلرَّافِعُ
قَابِلُ التَّوْبِ

اللّٰہ

اَلرَّحِیْمُ

صفات باری تعالیٰ
صفت رحیمیت

سورۃالبقرہ کی پہلی سترہ آیات زبانی یاد کرنے کی اہمیت و برکات

خلاصہ کتاب فتح اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
ربنا تحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

امام جماعت احمدیہ

ایل۔ایس: 2507

تاریخ: 05.11.2021

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ، ناروے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے رسالہ زینب جنوری تا مارچ 2021 کا شمارہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

الحمد للہ رسالہ زینب شعبہ اشاعت کی عمدہ کاوش ہے جس میں سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم المثال صبر اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعود کی خدمت اسلام پر مضامین شائع کئے گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ زینب کے اس شمارہ کو تمام قارئین کے لئے اضافۂ علم کا باعث بنائے اور شعبہ اشاعت کی ٹیم کے ایمان، اخلاص اور علم میں تقویت عطا فرمائے آمین۔

تمام لجنہ و ناصرات کو میرا محبت بھرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پہنچادیں۔

والسلام

خاکسار

[signature]

خلیفۃ المسیح الخامس

اداریہ

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (المؤمنون:3) وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔

"خاشع" کے عام معنی کیے جاتے ہیں کہ نماز میں گریہ وزاری کرنے والا۔ لغات کے مطابق خشوع کے یہ معنی ہیں کہ انتہائی عاجزی اختیار کرنا۔ اپنے آپ کو بہت نیچے کرنا۔ اپنے نفس کو مٹا دینا۔ تذلّل اختیار کرنا۔ اپنے آپ کو کمتر بنانے کے لیے کوشش کرنا۔ نظریں نیچی رکھنا۔ آواز کو دھیما اور نیچا رکھنا۔

جو انسان خدا تعالیٰ کے آگے اپنی عبادتوں کے یہ معیار حاصل کرنے کے لیے جھکے گا، اپنی عاجزی کو انتہا پر پہنچانے والا ہو گا، اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے مٹانے والا ہو گا اور جو دوسری خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان کو اپنانے والا ہو گا تو پھر وہ جہاں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا ہو گا وہاں وہ اس طرف بھی توجہ دے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مخلوق کا بھی حق ادا کرنا ہے اور پھر یہ نمازیں اس کے دنیاوی معاملات سلجھانے والی بھی بن جائیں گی۔

آنحضرت ﷺ کی عبادتوں کی خوبصورتی اور خشوع کا ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی جنت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جاؤں گا۔(*صحیح البخاری کتاب الطب باب تمنی المریض الموت حدیث نمبر 5673 دار الکتاب العربی بیروت 2004ء*) تو پھر کسی اور کا صرف عمل اسے کس طرح جنت میں لے جاسکتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس سے راضی رہ سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ان تمام باتوں کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ضمانت دی ہوئی تھی اور انہوں نے دنیا کی اصلاح کرنی تھی، اسی کے لیے آئے تھے اور آپ ﷺ کے عمل جیسا عمل تو کسی کا نہیں ہو سکتا، وہ بھی اپنے خشوع و خضوع کو اس طرح بڑھاتے ہیں کہ نوافل میں یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ پاؤں بھی متورّم ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لیے مسلسل عاجزی اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک وقت کی نماز بھی بے وقت نہ ہونے دیتے۔ اپنے اوقات پر نماز ادا کرتے بلکہ مقدمات کے وقت بھی نماز کو ضائع نہ ہونے دیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ضروری مقدمہ کے لیے جس کا اثر بہت سے مقامات پر پڑتا تھا اور جس کے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہو جانے کی صورت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کے بہت سے حقوق محفوظ ہو جاتے تھے عدالت میں تشریف لے گئے۔ اس وقت کوئی ضروری مقدمہ پیش تھا، اس میں دیر ہوئی اور نماز کا وقت آ گیا۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ مجسٹریٹ تو اس مقدمہ میں مصروف ہے اور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدمہ کو خدا کے حوالے کیا اور خود ایک طرف جا کر وضو کیا اور درختوں کے سائے تلے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جب نماز شروع کر دی تو عدالت سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر آواز پڑی۔ آپ آرام سے نماز؛ پڑھتے رہے اور بالکل اس طرف توجہ نہ کی۔

جب خدا تعالیٰ کا فیضان کسی عمل کے بغیر ہو تو وہ رحمانیت کی صفت سے ہوتا ہے۔ لیکن جب انسان نماز اور یادِ الٰہی میں خشوع کی حالت اختیار کرتا ہے تب اپنے تئیں رحیمیت کے فیضان کے لیے مستعد بناتا ہے۔

فہرست مضامین

القرآن الکریم	2
حدیث نبوی ﷺ	2
کلام الامام	3
نظم	4
خطبہ عید الاضحیٰ	5
صفات باری تعالیٰ	12
گھروں کے سکون، تربیت اولاد، معاشرتی برائیوں اور موذی امراض	16
سورۃ البقرہ کی پہلی سترہ آیات کو یاد کرنے کی اہمیت و برکات	18
خلاصہ کتاب فتح اسلام	20
اہرامِ مصر	23
دھنک کے رنگ آپ کے سنگ	25
پکوان	26
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ناروے کی واقفاتِ نو کی کلاس	27
اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	29
صحت کارنر	30
یادِ رفتگان	31
دعائیہ اعلانات	34
ناصرات کارنر	35

مجلسِ ادارت

امیر جماعت ناروے
محترم چوہدری ظہور احمد صاحب

صدر لجنہ اماء اللہ
محترمہ بلقیس اختر صاحبہ

نیشنل سیکرٹری اشاعت
منصورہ نصیر

نائبہ سیکرٹری اشاعت
صدیقہ وسیم

مدیرہ حصہ نارویجن
مہرین شاہد

پروف ریڈنگ حصہ اردو
عفیفہ نجم
طاہرہ زرتشت

گرافک ڈیزائنر
فاکہہ چوہدری
فریدہ ظہور
ضویا سامہ شاہد
ماہم نعیم

پرنٹنگ
شمسہ خالد

شائع کردہ
شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ناروے

Baitun Nasr Moské
Søren Bulls vei 1
1051 Oslo
kontakt@ahmadiyya.no

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہار حم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے

القرآن الکریم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ

الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۶۰﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اُولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

(النسآء:60)

حدیث نبوی ﷺ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے حاکمِ وقت کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جو حاکم وقت کا نافرمان ہے وہ میرا نافرمان ہے۔

(حدیقۃ الصالحین، ایڈیشن 2003ء، صفحہ 617 – 618)

کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ ربّ العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام زمانوں کا رب ہے اور تمام مکانوں کا رب ہے اور تمام ملکوں کا وہی رب ہے اور تمام فیوض کا وہی سر چشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔ خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہے۔ یہ اس لیے ہوا کہ کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو رفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا‘‘۔

(پیغامِ صلح، روحانی خزائن جلد 23، صفحہ 442)

پاکیزہ منظوم کلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاکیزہ منظوم کلام

بشیر احمد شریف احمد اور مبارکہ کی آمین

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے — کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
جو مرتا ہے وہی زندوں میں جاوے — جو جلتا ہے وہی مردے جلاوے
ثمر ہے دُور کا کب غیر کھاوے — چلو اُوپر کو وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے — غریقِ عشق وہ موتی اٹھاوے
وہ دیکھے نیستی رحمت دکھاوے — خودی اور خود روی کب اس کو بھاوے

مجھے تونے یہ دولت اے خدا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کہاں تک حرص و شوقِ مالِ فانی! — اٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشِ آمال و امانی — یہ سو سو چھید ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیوں کر ملے وہ یارِ جانی — کہاں غربال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکر ملکِ جاودانی — یہ ملک و مال جھوٹی ہے کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی — خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی
مگر دل میں یہی تم نے ہے ٹھانی — ذرا سوچو یہی ہے زندگانی

خدا نے اپنی راہ مجھ کو بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت — دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت — کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت

مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(از درِّ ثمین، صفحہ 55)

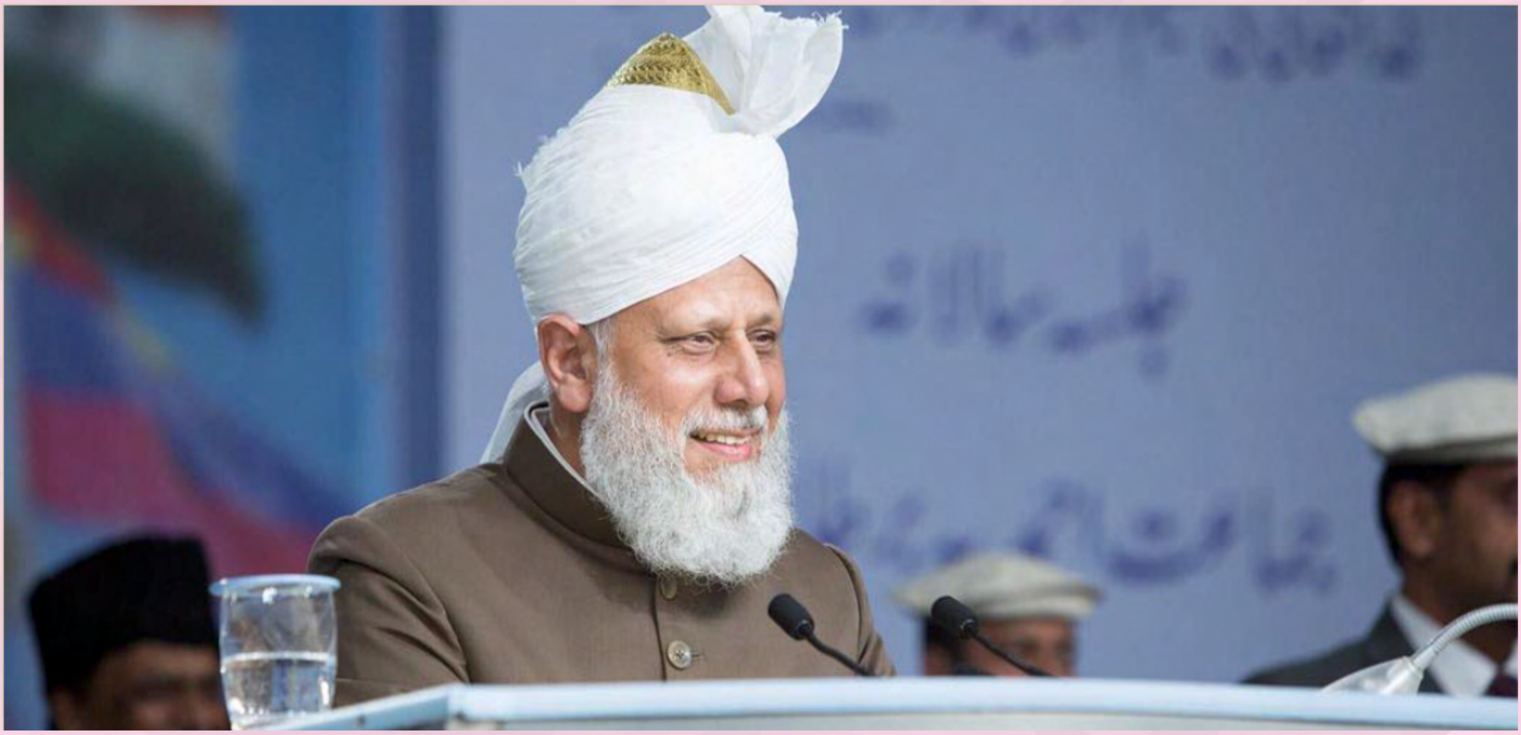

خطبہ عید الاضحیٰ

بیان فرمودہ سیّدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 31 جولائی 2020ء بمقام مسجد بیت مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد، تعوّذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا آج عید الاضحیٰ ہے، وہ عید جو قربانی کی عید کہلاتی ہے۔ تمام مسلمان دنیا میں اسے بڑے شوق سے آج منا رہے ہیں اور وقت کے فرق کے ساتھ بعض جگہ کل بھی منائیں گے۔ اس قربانی کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے یا اس واقعے کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے جو چار ہزار سال سے بھی زائد عرصہ پہلے ہوا تھا مسلمان ابتدائے اسلام سے اس قربانی کی عید کو مناتے چلے آ رہے ہیں اور اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ایک مومن کے دل میں اس قربانی کی اہمیت اور اس کی یاد میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی نہ ہوتی ہے۔ ہاں بے شک ایسے بے شمار لوگ ہوں گے جو صرف ایک خوشی کی تقریب کے طور پر اس عید کو یاد رکھتے ہیں، اس کا انتظار کرتے ہیں اور اسے مناتے ہیں، جو صرف دکھاوے اور خوشی کے اظہار کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی کرتے ہیں **لیکن ایک مومن ایک قربانی کو یاد رکھتا ہے، اس قربانی کی اہمیت کو یاد رکھتا ہے اور اس قربانی کی روح کو یاد رکھتا ہے اور اس طرح یاد رکھتا ہے جس طرح یاد رکھنا چاہیے اور اس کا حق ہے۔ ایک مومن کے دل کو یہ قربانی کا واقعہ جس کا اظہار باپ بیٹے نے ہزاروں سال پہلے کیا تھا جذباتی کر دیتا ہے۔** عموماً انسان اپنی تکلیفیں یا غم، اس غم یا تکلیف سے نکلنے کے کچھ عرصے بعد بھول جاتا ہے، یاد نہیں رہتا کہ کس غم اور تکلیف میں سے گزرا تھا، پھر دنیا میں مصروف ہو جاتا ہے لیکن اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ کر کے قربانی کا ایک معیار ہمیشہ کے لیے قائم فرما دیا اور پھر ایک مومن کو اس معیار کو ہمیشہ سامنے رکھنے کی ہدایت فرما کر ایک مومن کے لیے، ایک مسلمان کے لیے اس کی یاد تا قیامت قائم کر دی ہے۔ کیا اعلیٰ معیار ہے کہ آج بھی جب ہم اس واقعہ کو سنتے ہیں، اس پر غور

کرتے ہیں تو دل جذبات سے بھر جاتا ہے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ایک شخص کو بڑھاپے میں اولاد عطا ہوتی ہے اور اس کی عمر بھی اس وقت نوّے سال کی یا اس کے قریب ہو جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں حکم ہوتا ہے کہ اپنے لڑکے کو ذبح کر دو اور اس حکم پر اس کے ظاہری معنی لیتے ہوئے وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا یہ کیا ہی اعلیٰ معیار ہے، کیا ہی اعلیٰ مقام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہ اس حکم کو سن کر اس لڑکے کو لٹا کر پھر چھری پھیرنے کو تیار ہو گئے اور پھر باپ ہی اس قربانی کے لیے تیار نہیں ہوا کہ اس کا ایک روحانی مقام تھا، باپ جو تھا وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا تھا بلکہ اس بیٹے نے بھی بچہ ہونے کے باوجود اس بات کو تسلیم کر لیا کہ ٹھیک ہے اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں ذبح کیا جاؤں تو میں حاضر ہوں۔ اس بچے کے جواب کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ کر لیا اور اس بچے کا یہ جواب کہ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (الصّٰفّٰت:103)

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ اے میرے باپ! جو کچھ خدا کہتا ہے وہی کر۔ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ تو ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے اپنے ایمان پر قائم رہنے والا اور صبر کرنے والا دیکھے گا۔ **قربانی دینے والوں اور خوشی سے قربانی دینے والوں اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لانے والوں کے لیے یہ جواب بھی ایک مثال بن گیا اور نوجوانوں کو بھی بتا گیا کہ یہ ہونے چاہئیں خدا تعالیٰ پر کامل ایمان رکھنے والوں اور قربانی کے لیے تیار رہنے والوں کے جواب اور معیار۔** پس اگر ہم غور کریں تو کون ہے جو اس جواب سے متاثر نہ ہو۔ بوڑھوں کے لیے قربانی دینے کی مثال قائم کی نوّے سالہ بوڑھے نے۔ بچوں اور نوجوانوں کے لیے مثال قائم کی ایک بچے نے۔ پس یقیناً جب ہم یہ واقعات سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو سب جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ اکثر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں مگر ہمارے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں اس کے ساتھ اپنے اس عہد کہ ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گا، اس کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کی قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر تیار ہو جانا اس لحاظ سے اَور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے بلکہ صرف تیار ہو جانا نہیں بلکہ عملاً اسے لٹا کر اس کی گردن پر چھری رکھ دینا کہ جب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نرم طبیعت کو دیکھتے ہیں کہ ان کا دل دشمنوں کے لیے بھی نرمی سے بھرا ہوا تھا، برداشت نہیں تھا کہ دشمن کو بھی تکلیف ہو اور اس نرم دلی کا ایسا معیار تھا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خاص صفت قرار دے کر قرآن کریم میں محفوظ کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ حَلِيْمٌ اور اَوَّاهٌ تھا، بہت نرم دل تھا، دل رحم سے بھرا ہوا تھا اور جب یہ حالت تھی تو کیا ان کے دل میں بیٹے کے لیے درد پیدا نہ ہوا ہو گا؟ یقیناً پیدا ہوا ہو گا لیکن اس وقت اپنے اس ذاتی درد اور محبت کو ایک طرف رکھ کر انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کو ہر چیز پر مقدّم کر لیا اور اس چیز نے انہیں دوسروں سے پھر ممتاز بھی کر دیا اور یہی امتیاز ہے اور اللہ تعالیٰ سے وفا اور محبت اور قربانی دینے کا یہ معیار ہے جس کی وجہ سے تاقیامت جب مسلمان آنحضرت ﷺ پر درود بھیجیں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی ذکر ضرور ہو گا۔

اور صرف یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے دلی خوشی کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی قربانی کے لیے تیار ہوئے اور اس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے اور ان کو بھی دوسروں سے ان کی یہ قربانی کا معیار ممتاز کر گیا۔ وہ کیوں اس قربانی کے لیے تیار ہوئے؟ **اس لیے کہ انہیں خدا تعالیٰ سے محبت کا خاص ادراک حاصل ہوا تھا۔ ان کے اندر اس ادراک کی وجہ سے یہ جذبہ پیدا ہوا کہ یہ قربانی ہماری ترقی کا موجب ہے، باپ میں بھی اور بیٹے میں بھی۔** پس ہم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعات سن کر جذباتی ہوتے ہیں اور ہماری آنکھوں میں نمی آتی ہے تو اس لیے کہ ہمارے ذہن میں اس واقعے کا تصوّر ایک جذباتی کیفیت پیدا کر دیتا ہے لیکن شاید ہم میں سے اکثریت کے دل اس معیار اور اس کیفیت کو نہ پا سکیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اس وقت تھا۔ **اس وقت ان کو خیال تھا تو صرف یہ**

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لیے چن کر مجھ سے ایک قربانی مانگی ہے اور اس کے عوض مجھے کیا مل رہا ہے۔ مجھے میرے خدا کا، میرے محبوب کا قرب عطا ہو رہا ہے۔ یہ سوچ تھی کہ خدا تعالیٰ میرے قریب ہو رہا ہے اور پھر یہ صرف سوچ ہی نہیں تھی بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے، ہر قرآن پڑھنے والا جانتا ہے، ہر درود پڑھنے والا جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس قربانی کو یاد رکھا اور قیامت تک کے لیے امر کر دیا۔ آپ علیہ السلام کی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے ایک امتیازی نشان بنا دیا اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے درد اور غم کے جذبات پر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو غالب کر لیا کہ خدا تعالیٰ نے اس قربانی کے لیے مجھے چنا ہے۔ میرا احسان نہیں کہ میں اپنے بیٹے کی قربانی دے رہا ہوں یا میرے بیٹے کا کوئی احسان نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کے لیے تیار ہے بلکہ یہ کہ مجھے اور میرے بیٹے کو اس قربانی کے لیے چنا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا احسان۔ قربانی کر کے اس سوچ کو دل و دماغ پر حاوی کیا کہ میری قربانی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس قربانی دینے کے قابل سمجھا۔ پس ہم جب ہر قربانی کے لیے تیار رہنے کا عہد کرتے ہیں تو ہمیں بھی اس سوچ کو اپنے دل و دماغ پر حاوی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری قربانی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اگر ہم سے کوئی قربانی لے اور اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا قرب عطا ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہماری قربانیوں کی اس قربانی کے مقابلے پر کچھ بھی حیثیت نہیں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دی یا جس کے لیے وہ تیار ہوئے۔ ہم تو اگر دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کے عہد پر ذرا سا بھی عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس طرح نوازتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ بے شمار احمدی اس کا تجربہ رکھتے ہیں۔ بے شمار خطوط مجھے اس بارے میں آتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی معمولی قربانی کو بھی نوازا۔ مالی قربانی کرتے ہیں تو چند گھنٹوں میں اس کا اجر انہیں مل جاتا ہے یا اور بھی اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ پس یہ جذبہ عارضی نہیں ہونا چاہیے بلکہ مستقل ہونا چاہیے۔ صرف ایک دفعہ ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں سے فیضیاب نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی خواہش اور اس کے لیے کوشش زندگی کا مستقل حصہ بن جائے تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں اور یہ کوشش ہے جو پھر آگے جاگ لگاتی چلی جاتی ہے، نیکیوں کے اثر آگے اگلی نسلوں پر نظر آتے چلے جاتے ہیں، اِلّا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کی سوچ پھر ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ بیوی بچوں کو بھی یہی ادراک ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اس کا قرب پانا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ پس یہ ماحول گھروں میں پیدا کرنے کے لیے دعاؤں اور عمل کی ضرورت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنے کے لیے تیار ہونا اور بیٹے کا اپنی گردن پر چھری پھروانے کے لیے تیار ہو جانا یقیناً ایک بہت عظیم جذبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس جذبے کی قدر بھی کی اور اس جذبے کو قبول فرماتے ہوئے عملاً بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنے سے روکتے ہوئے یہ فرمایا کہ **قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ**۔ (الصّٰفّٰت: 106)

کہ تُو اپنی رؤیا پوری کر چکا۔ چھری پھیرنے کی اب ضرورت نہیں۔ ہم اسی طرح محسنوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ محسنوں کا بدلہ کیا ہے؟ محسنوں کا بدلہ یہ ہے کہ تجھے اور تیرے بیٹے کو انتہائی قرب کا مقام بخشا ہے۔ اس قرب کا مقام بخشنے کے بعد پھر قربانیوں کا دَور ختم نہیں ہوا کہ ایک قربانی کر دی، مقام بخش دیا، اب قربانیوں کا دَور ختم ہو گیا، بلکہ پھر اس کے بعد مزید نئی قربانیوں کا دَور شروع ہوتا ہے تاکہ اس قربانی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کے مزید نظارے یہ دونوں دیکھیں بلکہ صرف یہ دونوں نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو بھی اس میں شامل کر لیا کہ وہ بھی نظارہ دیکھیں تاکہ مردوں کے لیے مثال قائم ہو جائے کہ تمہاری نیکیوں اور خدا تعالیٰ سے تعلق کا اثر تمہاری بیویوں پر بھی ظاہر ہو، اگر حقیقی نیک ہو تو صرف اپنے تک محدود نہ ہو بلکہ بیویوں پر بھی اثر ظاہر ہونا چاہیے۔

عورت کو اس قربانی میں شامل کر کے عورتوں کے لیے بھی مثال قائم کر دی کہ نیک عورت اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتی ہے، اس کے آگے جھکتی ہے، اس کا قرب حاصل کرتی ہے تو اسے بھی خدا تعالیٰ نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ

ہم دیکھتے ہیں کہ چھری پھیرنے سے بھی بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے پورے خاندان، میاں بیوی اور بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ چھری پھیرنا تو ایک وقتی قربانی تھی، ایک وقت میں ہی جذبات کی قربانی تھی لیکن ان تینوں سے جس قربانی کا مطالبہ کیا گیا وہ تھی تنہائی کی، جدائی کی اور خوف کی حالت کی مستقل قربانی۔ پس ان تین قربانیوں کا مطالبہ کیا گیا تو ان تینوں نے اسے بھی قبول کر لیا۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر ایسی جگہ پہنچے جہاں میل ہا میل تک کوئی آبادی نہیں تھی بلکہ بے آب و گیاہ جگہ تھی۔ نہ پانی تھا، نہ کسی خوراک کا انتظام تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بیٹے کو صرف ایک مشکیزہ پانی اور کھجوروں کی ایک تھیلی کے ساتھ اس جگہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ تھا کہ یہ مشکیزہ جب ختم ہو جائے گا اور یہ کھجوروں کی تھیلی جب ختم ہو جائے گی تو نہ پانی میسّر ہو گا، نہ کھانے کو کچھ میسّر ہو گا۔ پھر پتہ نہیں کس طرح میرے بیٹے اور میری بیوی کا گزارا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اس قربانی کا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یہ قربانی کر رہے تھے۔ بہر حال جب بیوی بیٹے کو اس تھوڑی سی مقدار میں پانی اور خوراک کے ساتھ اس جگہ چھوڑ کر واپس لوٹنے لگے اور بیوی کو نہ بتایا کہ اب تم نے یہاں اکیلے ہی رہنا ہے تو حضرت ہاجرہ نے محسوس کر لیا کہ یہ جدائی عارضی نہیں لگتی بلکہ یہ تو مستقل جدائی لگتی ہے، لگتا ہے ہمیں مستقل یہاں رہنا پڑے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے جا کر پوچھا کہ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے خوبصورت انداز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس جذبہ طبعی کے جو اُن کے قلب میں تھا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو جذبہ تھا اور اَوَّاہٌ مُّنِیبٌ(ھود: 76) ہونے کی وجہ سے ان پر رقّت طاری ہو گئی اور وہ جواب نہ دے سکے۔ حضرت ہاجرہ نے پھر پوچھا کہ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔ جب حضرت ہاجرہ کے کئی مرتبہ پوچھنے پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی جذباتی کیفیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم طبیعت کے مالک کے لیے یہ ممکن بھی کس طرح ہو سکتا تھا۔ ان کو بظاہر نظر آ رہا تھا کہ اس بیابان جگہ میں بعد میں پتہ نہیں ان کی کیا حالت ہو گی۔ پس ایک طرف بشری تقاضا بیٹے اور بیوی سے محبت کا اور پھر فطرتاً انتہائی نرم طبیعت انہیں روک رہی تھی کہ اگر جواب دیا تو کہیں جذبات کا دھارا بہہ نہ جائے اور حضرت ہاجرہ مزید پریشان ہوں اور دوسری طرف یہ سوچ بھی تھی کہ اگر جذبات کا دھارا بہہ گیا تو اس قربانی کے معیار میں کہیں کمی نہ آ جائے جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے وہ اور ان کی بیوی اور بیٹا دینے جا رہے ہیں اور جس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا قرب ملنا ہے، وہ خاموش رہے۔ اور جب آخر حضرت ہاجرہ نے یہ کہا کہ کیا خدا نے آپ کو ایسا کرنے کا کہا ہے؟ پھر بھی جذبات سے مغلوب ہو کر صرف اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ منہ سے کچھ نہ بولے، کوئی جواب نہیں دیا۔ جب حضرت ہاجرہ نے یہ اشارہ دیکھا تو پھر کامل توکّل سے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ جہاں جانا ہے آپ جائیں۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 2 صفحہ 219-220 خطبہ عید الاضحیٰ بیان فرمودہ 11 فروری 1938ء)

اب بظاہر دیکھا جائے تو اس بات کو تسلیم کرنا ناممکن ہے کہ اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا مشکیزہ ختم ہونے کے بعد پانی مل سکے یا کھجوروں کی تھیلی ختم ہونے کے بعد کھجور مل سکے یا کوئی بھی خوراک مل سکے۔ یہ ناممکن تھا کہ ویران جگہ میں ان کی تکلیف دور کرنے یا کم از کم ہمدردی کرنے کے لیے ہی کوئی ہمدردی کرنے والا مل جائے، کسی انسان کی شکل نظر آ جائے۔ وہاں اس ویران صحرائی جگہ میں کسی نے کہاں سے آنا تھا۔ لیکن حضرت ہاجرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحبت نے یہ انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ توکّل علی اللہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی خواہش کا ان کا بھی معیار انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ انہوں نے بے خوف ہو کر کہہ دیا کہ اگر خدا کا حکم ہے تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ یقیناً جب حضرت ہاجرہ کے یہ الفاظ عرش کے خدا نے سنے ہوں گے کہ اگر خدا کا حکم ہے تو پھر وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا تو خدا تعالیٰ نے بھی کہا ہو گا کہ بے شک میں تجھے اور تیرے بیٹے کو کبھی ضائع نہیں کروں گا۔ اور بعد کے حالات بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی کیا جیسا اس سے امید رکھی گئی تھی بلکہ نہ صرف یہ کہ انہیں ضائع ہونے سے بچایا بلکہ ان کے

ذریعے سے ایک ایسی زبردست قوم بنائی جس میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا عظیم المرتبت نبی مبعوث فرمایا جو تمام دنیا کے لیے مبعوث ہوا۔ آپ ﷺ ہی تمام دنیا کے روحانی بادشاہ ہیں۔ خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی آپ ﷺ کے وسیلے سے ہی اب ممکن ہے۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی خاطر دنیا کو چھوڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے قدموں میں لا کے ڈال دی۔ آنحضرت ﷺ کے ذریعے سے آج لاکھوں کروڑوں لوگ حج و عمرہ کرتے ہیں تو حضرت ہاجرہ کی اس قربانی کی یاد بھی تازہ کرتے ہیں۔ پس حضرت ہاجرہ کی اس قربانی کو قیامت تک کے لیے ایک مقام دے دیا، ایک اعزاز بخش دیا۔ انہوں نے خدا تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے دنیا سے تعلق توڑا تھا اور آج دنیا مجبور ہے کہ خدا تعالیٰ کو حاصل کرنے کے لیے ہی ان سے تعلق جوڑے۔ پس ان کی یہ قربانی کوئی معمولی قربانی نہیں تھی۔ ان کا اللہ تعالیٰ پر یہ مان کہ جو کام خدا تعالیٰ کے لیے کیا جائے خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا، کوئی معمولی مان نہیں تھا اور پھر جیسا کہ میں نے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے قیامت تک اس مان کو پورا کرنے اور نوازنے کے سامان کر دیئے۔

پس آج کا دن ہمیں اس خاندان کے اللہ تعالیٰ پر توکّل اور اس پر قربانی کرنے کے معیار کی یاد دلانے کے لیے ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ کیا صرف اس قربانی کے واقعہ کو اور اس خاندان کے توکّل کو اور اس قربانی کو یاد کر لینا اور ذکر کر لینا ہی کافی ہے۔ نہیں! بلکہ اس یاد کا ذکر تازہ کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفا اور قربانی کو ہمیں اسوہ بنانا ہو گا۔ حضرت ہاجرہ کی قربانی کو ہمیں معیار بنانا ہو گا۔ ہر عورت دیکھے کہ ہم نے اس معیار کو حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا ہے۔ لجنہ جب عہد دہراتی ہے کہ ہم اولاد کو قربان کرنے کے لیے تیار ہیں تو میرے علم میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض عورتیں کہتی ہیں ہم اس وقت خاموش ہو جاتی ہیں کیونکہ ہم تیار نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پر توکّل ہو، اس کی رضا کا حصول مقصد ہو، اس کے قرب کو حاصل کرنے کی خواہش ہر خواہش سے بالا ہو تو یہ سوچ آ ہی نہیں سکتی۔ دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا عہد کیا ہے، ایک ایسا عہد ہے جو خالصۃً اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اگر یہ عہد کیا ہے تو اسے ہر احمدی مرد، احمدی عورت، احمدی جوان اور احمدی بچے کو نبھانا ہو گا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا بلکہ نوازتا ہے۔ ہمارے مرد جب اپنے نمونے ابراہیمی معیار پر لائیں گے تو وہ روحانی معیار عورتوں اور بچوں میں بھی سرایت کر جائیں گے۔ پس سب سے پہلے مردوں کو اپنی سوچوں اور اپنی قربانی کے معیاروں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر عورتوں اور بچوں کے معیار توکّل علی اللہ اور قربانی کے بڑھانے ہیں تو پھر مردوں کو بہر حال اپنے نمونے دکھانے ہوں گے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف اپنے اندر معمولی تبدیلیاں پیدا کرنے کے لیے یہ نمونے ہیں اور ان کی مثال صرف قصّے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھی ہے۔ نہیں! بلکہ یہ نمونے ہمارے لیے اسوہ ہیں۔ جب ہر مرد ابراہیمی نمونے پر چلنے کی کوشش کرے گا اور اس پر چلتے ہوئے وفا کے معیار کو اونچا کرنے کی کوشش کرے گا، جب ہر عورت حضرت ہاجرہ کے نمونے کو اپنانے کے لیے تیار ہو گی اور ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کے لیے تیار ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہو گی۔ پھر حقیقی قربانی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا ادراک اور تجربہ بھی ہو گا۔ اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کے جس غلام صادق کو ہم نے مانا ہے تا کہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ میں حصہ دار بن سکیں اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے۔ چنانچہ کئی مواقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ابراہیم کہہ کر مخاطب فرمایا۔ (تذکرہ صفحہ 82 ایڈیشن چہارم)

پس اس ابراہیم کو اگر ہم نے روحانی ترقی، اسلام کو دنیا میں غالب کرنے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا میں لہرانے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے مانا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو اسماعیل بننے کی کوشش کرنی ہو گی، ہر عورت کو ہاجرہ بننے کی کوشش کرنی ہو گی۔ ہم دین کی خاطر قربانیاں دینے کے لیے تیار ہوں گے تو خدا تعالیٰ ہمارے لیے نئے سے نئے راستے کھولے گا اور اسلام کی ترقی کے جو راستے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کے ذریعے کھولنے کے

وعدے کیے ہیں ان میں ہم بھی شامل ہو سکیں گے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کے عہد پر عمل کر لے تو ایک انقلاب ہم دنیا میں لا سکتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے اپنی زندگیاں گزارنے لگ جائیں تو ایک روحانی انقلاب دنیا میں پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلا کر دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے والے بن جائیں تو ہم ان شہداء کی قربانیوں کا بہترین بدلہ لے سکتے ہیں جن کو زمانے کے ابراہیم کے ماننے کی پاداش میں شہید کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جب یہ سلسلہ قائم فرمایا تو اس لیے کہ وہ تمام برکات دنیا میں واپس لائے جو آنحضرت ﷺ کے حقیقی ماننے والوں اور مومنین سے وابستہ ہیں۔ اس کے لیے پہلوں نے بھی قربانیاں دیں اور سب سے بڑھ کر اپنے نفسوں کی قربانیاں دیں۔ ہم بھی اپنے مال جان اور وقت کی قربانی دینے کا عہد کرتے ہیں ہمیں بھی اس عہد کو سامنے رکھتے ہوئے قربانیوں کے لیے تیار رہنا چاہیے اور ہمیں بھی یہ دینی پڑیں گی اور بہت سارے لوگ دیتے آ بھی رہے ہیں۔

قربانیوں کے بغیر یہ انقلاب کبھی نہیں آئے گا اور نہ کبھی انقلاب آتے ہیں۔ پس اس حوالے سے میں ان ماؤں کو بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو کہتی ہیں کہ ہم قربانی کے لیے چپ کر جاتے ہیں۔ ایک طرف وہ مائیں ہیں جنہوں نے اپنے بچے وقفِ نو میں دے کر وقف کیے لیکن جب بچے جوان ہوتے ہیں تو بعض والدین کی طرف سے یہ عذر آ جاتا ہے کہ ہمارے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ بچہ اگر صرف جماعت کی خدمت کرے گا تو تھوڑے سے الاؤنس میں گزارا نہیں ہو گا اس لیے اس کو دنیاوی کام کرنے کی اجازت دیں۔ ایک طرف قربانی کرنے کا ایک عہد کیا اور خود ہی پیش کیا، دوسری طرف اس کو دنیاداری کی طرف بھی ڈالنے لگی ہیں۔ اسی طرح بعض واقفینِ نو بچے بھی ہیں ڈاکٹر بن جاتے ہیں، انجنیئر بن جاتے ہیں اس وقت کہتے ہیں کہ اب جماعتی خدمت بڑی مشکل ہے، ہمارا تھوڑے پیسوں میں گزارا نہیں ہوتا۔ ہمیں دنیاوی نوکری کرنے دیں۔ جب دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا عہد کیا ہے، قربانی کا عہد کیا ہے، پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے والدین کو توفیق بخشی کہ وہ پیش کریں تو پھر اس قسم کے عذر کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اس عہد کو نبھانے کی ضرورت ہے۔ اگر تھوڑا الاؤنس بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔ پس نوجوان واقفینِ نو اپنے آپ کو مبلّغ اور مربّی بننے کے لیے پیش کریں۔ ڈاکٹر اور انجنیئر یا ٹیچر بن کر جماعت کے لیے اپنی خدمات پیش کریں اور قربانی دیں اور قربانیوں کے معیار کو بڑھائیں۔ صرف کہانیاں اور قصے سن کر خوش نہ ہو جایا کریں۔ صرف پرانے واقعات سن کر جذباتی ہونے پر خوش نہ ہو جائیں بلکہ یہ اس لیے ہیں کہ ہمیں اپنے نمونے دکھانے چاہئیں۔ ہمیں نہ دنیاوی بادشاہتوں سے غرض ہے نہ دنیاوی حکومتوں سے غرض ہے نہ حکومتوں کے نظاموں اور دولتوں سے غرض ہے اور نہ طاقتوں سے غرض ہے اور نہ ہونی چاہیے۔ ہاں اگر کوئی غرض ہے اور غرض ہونی چاہیے تو یہ کہ کس طرح ہم اسلام کی صداقت کو دنیا میں غالب کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم بھولی بھٹکی انسانیت کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والا بنا سکتے ہیں۔ کس طرح ہم انسان کو ایک دوسرے کا حق ادا کرنے والا بنا سکتے ہیں۔ پس یہی ہمارے سلسلہ کے قائم ہونے کی غرض ہے۔ یہی احمدی کی غرض ہے اور خاص طور پر واقفینِ نو کی تو یہ غرض ہونی چاہیے، اسی کے لیے وہ اپنے آپ کو جامعہ میں آنے کے لیے بھی وقف کریں اور زیادہ سے زیادہ مربّی بنیں، مبلّغ بنیں تا کہ اسلام کا یہ پیغام ساری دنیا میں جلد سے جلد تر پھیل سکے۔

پس یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں یہی سلسلہ کے قائم ہونے کی غرض ہے اور اس کے لیے ہمیں قربانیاں دینی چاہئیں اور اس کا اعلان بھی بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ یہ باتیں قربانی چاہتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ صرف قربانی کے واقعات پڑھ کر انقلاب نہیں آیا کرتے، اس کے لیے ہر احمدی عورت کو ہاجرہ بننا پڑے گا اور ہر احمدی نوجوان کو اسماعیل بننا پڑے گا اور ہر ملک اور ہر قوم اور ہر نسل میں سے ہر احمدی کو یہ معیار دکھانے ہوں گے تبھی ہم دنیا میں

ایک وحدت پیدا کر سکتے ہیں۔ جب اس مقصد کے حصول کے لیے یہ مشتر کہ قربانی ہو گی تبھی ہم اس گھر کی تعمیر کے مقصد کو پورا کر سکیں گے یعنی توحید کا قیام جس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قربانیاں دی تھیں اور خدا تعالیٰ کا پہلا گھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا نشان بن کر ابھرا تھا اور تبھی ہم اس زمانے کے ابراہیم اور آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے بن سکیں گے یعنی دین واحد پر جمع کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر حقیقی قربانی کا مادہ پیدا کرے۔ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدّم کرنے والے ہوں۔ ہر آنے والی قربانی کی عید ہمیں اسلام کی ترقی کی نئی منزلیں دکھانے والی ہو۔ ہم ایسی مقبول قربانیاں کرنے والے ہوں جس کے فیوض و برکات ہم دنیا و آخرت میں حاصل کرنے والے بنتے چلے جائیں۔

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں ان اسیران کو بھی یاد رکھیں جو صرف احمدیت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ دین کی خاطر سخت موسمی حالات میں جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں، پاکستان میں خاص طور پر، اور خوشی سے یہ صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ایک خاتون بھی اسی قید و بند کی صعوبت برداشت کر رہی ہیں، قید و بند میں پڑی ہوئی ہیں۔ غلط الزام لگا کر بہت خطرناک دفعات ان پر لگائی گئی ہیں۔ صرف اس لیے کہ انہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے۔ شہداء کے خاندانوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ واقفینِ زندگی کے لیے، مربّیان، مبلّغین، معلّمین کے لیے دعا کریں کہ سب اپنے وقف نبھانے والے ہوں اور حقیقی قربانی کے ساتھ نبھانے والے ہوں۔ بہت سارے مختلف ممالک میں، افریقہ میں بھی معلّمین بہت اہم کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے کہ تھوڑی تربیت کے باوجود جو انہوں نے معلّم کلاس کا تھوڑا بہت علم حاصل کیا ہے اس کے باوجود بہت اچھے اچھے کام کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں میں، اخلاص میں، وفا میں، علم میں، روحانیت میں برکت ڈالے، ان کو حفاظت میں رکھے اور جیسا کہ میں نے کہا خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر وقف نبھانے والے ہوں۔ مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرمائے، پریشانیاں دور فرمائے۔ خود غرض علماء کے شر سے بچنے کے لیے بھی دعا کریں، انہوں نے بھی شر پھیلایا ہوا ہے خاص طور پر پاکستان میں، اسی طرح بعض افریقہ کے ممالک میں بھی۔ ہر طاقتور شریر کے شر سے معصوم جانوں کے بچنے کے لیے دعا کریں۔ اس عید پر پاکستان میں خاص طور پر یہ شور بھی ہے اور ہمیشہ ہوتا ہے، اس دفعہ کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے کہ احمدی اگر عید پر جانور کی قربانی کریں گے تو ان کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے گا، ان کو سزا دی جائے گی۔ پس اس قسم کے شریروں کے شر سے بھی اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محفوظ رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو ہم پورا کرنے والے ہوں۔ اس کے لیے بھی ہمیں بہت دعائیں کرنی چاہئیں اور یہ دعا بھی بہت زیادہ کرنی چاہیے، جو مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا ہے وہ کیا ہے یہی کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے اور دنیا میں توحید کا قیام ہو۔ یہ مخالفت کی باتیں صرف پاکستان کی بات نہیں، افریقہ میں بھی بعض جگہ پر باہر سے لوگ جا کر وہاں کے مقامی لوگوں کو بھڑکاتے ہیں اور ان میں مخالفت پیدا ہو رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان پر وہ قائم ہیں، مضبوط ہیں اور کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کر رہے بلکہ جان لینے کی بھی دھمکیاں دی گئیں اس کے باوجود وہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔ اسی طرح افریقہ میں بھی بعض جگہ ہماری مساجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں بھی حالات پیدا کرے کہ وہ جماعتی مساجد بھی جن پر دشمن غلط طریقے سے قابض ہونے کی کوشش کر رہا ہے واپس ملیں۔ بہر حال مجموعی طور پر ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحم کے وارث بنتے چلے جائیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ آج بھی اپنے وقت پر ہی ہو گا۔ اب ہم دعا کر لیتے ہیں لیکن دعا سے پہلے میں سب احباب کو، دنیا میں پھیلے ہوئے سب احمدیوں کو، آپ سب کو عید مبارک بھی کہتا ہوں۔ ابھی خطبے کے بعد دعا ہو گی۔

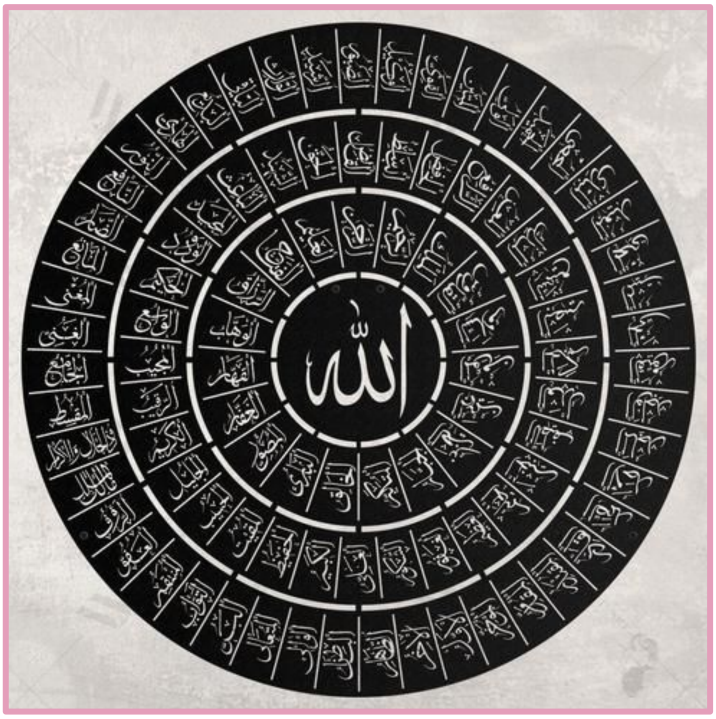

صفاتِ باری تعالیٰ

(سعدیہ جاوید – مجلس بیت النصر)

جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کر رہا ہے۔ زمین و آسمان کے تمام ذرّات، سب اشیاء اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کی گواہی دے رہی ہیں۔ دنیا میں جیسے جیسے زمینی یا آسمانی علم ترقی کرتا جائے گا خدا تعالیٰ کی صفات کی مزید وضاحت ہوتی چلی جائے گی۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی صفات کو اس طرح تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام خوبیاں اپنے پورے کمالات اور حسن کے ساتھ انسان کے سامنے آ جاتی ہیں اور پھر جتنا انسان کا خدا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ اس پر اتنی ہی ظاہر ہوتی ہیں اور اس کا علم خدا تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کو پانے لگتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اپنی سیرت کو بنانے میں کسی اور کو شریک نہ کرو، اپنے اخلاق کو کُلّی طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے مطابق بناؤ۔ اپنی سیرت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے کر دو یعنی جب تک الٰہی صفات کے مطابق دنیا اپنے اخلاق کو نہ بنائے، امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اپنی سیرت کو ایسا بناؤ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور کسی کا عکس اس پر نہ پڑے"۔ (تفسیرِ کبیر جلد نہم صفحہ 378)

خدا تعالیٰ کی اُمّ الصفات میں سے تیسری صفت **الرَّحِیْم** ہے۔

اَلرَّحِیْمُ: بار بار رحم کرنے والا، جو نیک اعتقاد اور نیک اعمال اور نیک اخلاق پر رحم کے حقدار کو اس کے کام اور محنت کی اچھی جزا دینے والی ہستی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "یہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جس کا تقاضا ہے کہ محنت اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان پر ثمرات اور نتائج مترتب کرتا ہے۔ اگر انسان کو یہ یقین ہی نہ ہو کہ اس کی محنت اور کوشش کوئی پھل لاوے گی تو پھر وہ سست اور نکمّا ہو جاوے گا۔ یہ صفت انسان کی امیدوں کو وسیع کرتی اور نیکیوں کے کرنے کی طرف جوش سے لے جاتی ہے۔ رحیم قرآن کریم کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ اس وقت کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دعا، تضرّع اور اعمالِ صالح کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضیعِ اعمال سے ان کو محفوظ رکھتا ہے۔ رحیمیت خاص انسانوں سے تعلق رکھتی ہے"۔ (تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحہ 71)

حضرت خلیفۃ المسیح الثّانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "بار بار رحم کے معنی یہ نہیں کہ ایک ہی فعل کا بار بار انعام ملتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص نیکی کی حقیقت کو سمجھتا ہے وہ بار بار نیک اعمال بجالاتا ہے اور کم سے کم اس کے دل میں بار بار نیک عمل بجالانے کی خواہش ضرور پائی جاتی ہے۔ پس ہر

دفعہ جب نیک عمل کی جزا بندہ کو ملتی ہے اور نیکی کرنے کی طاقت اور اس کے بار بار بجالانے کی خواہش اور بھی ترقی کرتی جاتی ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پھر اس پر رحم کرتا ہے اور مومن کی نیکی کی خواہش اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح بار بار رحم نازل ہوتا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا رحم صرف گذشتہ فعل پر انعام کا رنگ ہی نہیں رکھتا بلکہ آئندہ نیکی کے لیے ایک بیج کا کام بھی دیتا ہے"۔(تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحہ 23)

درجہ ذیل مضمون میں خدا تعالیٰ کی صفت الرحیم کے تحت جو صفاتِ حسنہ ہیں ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔

اَلسَّمِیْعُ، اَلْمُجِیْبُ: سب کی سننے والا، بہت سننے والا۔ اس کی یہ صفت کسی بیرونی آلہ کی محتاج نہیں ہے اور صرف سنتا ہی نہیں بلکہ پکارنے والے کی پکار کا جواب بھی دیتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ "جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں"۔(البقرہ:187)

حضرت خلیفۃ المسیح الثّانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "یعنی جب کوئی اس کو پکارتا ہے تو سنتا ہے۔ جو لوگ سیدھے رستہ سے بھٹک جاتے ہیں وہ جب دعا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو پکارتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کی پکار کو سنتا ہے کیونکہ وہ سننے والا ہے۔ پھر جب خدا تعالیٰ آواز دیتا ہے اور انسان اس کی طرف چلتا ہے اور اس طرح وہ اس کے قرب تک پہنچ جاتا ہے"۔(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 284)

"خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے آپ کو اَلسَّمِیْع قرار دیا ہے جس کے معنی ہیں وہ کامل طور پر لوگوں کی دعاؤں کو سنتا اور ان کی حاجات کو پورا فرماتا ہے یعنی فاصلہ اور وقت کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا"۔(تفسیرِ کبیر جلد ششم صفحہ 44)

اَللَّطِیْفُ: نرمی اور مہربانی کرنے والا، ایسی مہربانی جس کی کیفیت دریافت سے باہر ہو۔ بندوں اور مخلوق پر احسان اور شفقت اور مہربانی کرنے والا، محبت اور احسان کے ساتھ ان کو نفع پہنچانے والا، مخفی باتوں کا جاننے والا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے لیے جب لطیف کا لفظ آوے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ مخفی باتوں کو جاننے والا، لوگوں کی خبر گیری کرنے والا اور محبت اور احسان کے ساتھ ان کو نفع پہنچانے والا ہے۔ گویا وہ خبر گیری کرتا ہے اور اس کی خبر گیری کا منبع محبت ہوتی ہے۔ وہ خبر گیری کرنے کے ذرائع پیدا کرتا ہے اور اس کی محرّک بھی محبت ہی ہوتی ہے اور احسان کرتا ہے تو وہ بھی رفق اور لطف کے ساتھ کرتا ہے اور یہ بھی کہ اس کا لطف ہر ایک کی استعداد کے مطابق اس پر نازل ہوتا ہے۔(تفسیرِ کبیر جلد سوم صفحہ 363)

اَلرَّؤُوْفُ: اس کے معنی بہت مہربان اور شفقت کرنے والے کے ہیں، کسی کی تکلیف کو دیکھ کر اس کے دور کرنے کی طرف توجہ کرنے کے ہیں۔ انتہائی غم اور تکلیف میں جب انسان ہوتا ہے تو رؤوف خدا تعالیٰ کی ہستی اس کو اس غم سے نجات دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت عام ہے لیکن رافت خاص ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثّانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "رافت اور رحمت دونوں قریب قریب الفاظ ہیں مگر ان میں کچھ فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ رافت خاص اور رحمت عام ہے۔ رافت میں دفع شر کی طرف اشارہ ہوتا ہے بیمار کو دیکھ کر رافت پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو دکھ میں دیکھ کر جو جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ رافت کے نتیجہ میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ احسان رحمت سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور تکلیف کا دور کرنا رافت کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتا ہے"۔(تفسیرِ کبیر جلد دوم صفحہ 228)

اَلْكَرِيْمُ: بزرگ، قادر ہے، قدرت رکھتا ہے تو معاف بھی کر سکتا ہے، جب وعدہ کرے تو وفا بھی کرے اور جب کوئی بندہ اپنے رب سے التجا کرے تو بے اعتنائی نہ کرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”کریم کے معنی سخی کے بھی ہوتے ہیں اور کریم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس سے زیادہ نفع پہنچے۔ اسی طرح ہر چیز میں سے جو زیادہ اچھی ہو اسے بھی کریم کہتے ہیں۔ گویا ہر چیز کے آخری نقطہ کو عربی زبان میں کریم کہا جاتا ہے“۔ (تفسیرِ کبیر جلد نہم صفحہ 270)

اَلْوَدُوْدُ: نیک بندوں کو دوست رکھنے والا، اپنے بندوں سے انتہائی محبت کرنے والی ہستی، ایسی محبت جو ایک دوسرے کے اندر داخل ہو اور کبھی نہ نکلے اور نہ ہی کم ہو بلکہ بڑھتی جائے۔

اَلْوَلِیُّ: مددگار، سرپرست، محبت کرنے والا، مدد کرنے والا، اپنے نیک بندوں کا سرپرست ہے۔ ولی متولّی کے رنگ میں بھی آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ صفت خاص اس کے متّقی اور نیک بندوں کے لیے مخصوص ہے۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ”اللہ ان کا دوست ہے جو ایمان لائے“۔ (البقرہ: 258)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ”اللہ متّقیوں کا دوست ہوتا ہے)۔ (الجاثیہ: 20)

خَیْرُ الرَّاحِمِیْن ،اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن: تمام رحم کرنے والوں میں سے جس کا رحم سب سے زیادہ ہو اور خیر و برکت والا ہو۔ اس کی رحمت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رحم غالب ہے، وہ ہر صورت اپنے نیک بندوں پر رحم کرتا ہے۔

اَلْغَافِرُ، اَلْغَفُوْرُ، اَلْغَفَّارُ: یہ تین نام دراصل ایک ہی ہیں۔ گناہوں اور غلطیوں کو بخشنے والا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”یعنی اگر عمل کرتے ہوئے کوئی کمزوری رہ جائے تو وہ اس کمزوری کو نظر انداز کرتے ہوئے انسان کے لیے ترقّیات کے دروازے کھولتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے متعلق یہی چاہتا ہے کہ وہ نجات پاتے چلے جائیں خواہ ان کے اعمال میں کچھ کمزوریاں ہی رہ گئی ہوں“۔ (تفسیرِ کبیر، جلد 10 صفحہ 431)

خَیْرُ الْغَافِرِیْن، ذُوْ مَغْفِرَہ: مغفرت کے ایک معنی ڈھانپنے کے بھی ہیں۔ مغفرت کا مالک ہے، پردہ پوشی کرنے والا ہے۔

اَلتَّوَابُ: گناہ گاروں کی توبہ کو قبول کرنے والی ہستی۔ توبہ کرنے پر اپنے بندوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ فضل کے ساتھ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہونے والا۔

قَابِلُ التَّوْبِ: سچی توبہ کو قبول کرنے والا، ایسی توبہ جو ندامت کے ساتھ ہو اور آئندہ نیکی کرنے کا عزم لیے ہوئے ہو۔ ایسی توبہ قبول کرنے والا جب انسان اپنی غفلتوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”جب یہ لفظ بندہ کے لیے آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں بندہ کا خدا تعالیٰ کی طرف سچے دل سے جھکنا اور اس کی طرف رجوع کرنا۔ توّاب زیادہ تبدیلیوں اور کمزوریوں کے دور کرنے کے موقع پر استعمال ہوتا ہے“۔ (تفسیرِ کبیر، جلد دوم صفحہ 181)

اَلشَّکُوْرُ، اَلشَّاکِرُ: قدر دانی کرنے والا، بندوں کی اطاعت اور اعمالِ صالحہ پر بھرپور جزا دینے والا، اپنی نعمتوں اور فضلوں کو بڑھانے والا، حکم بجالانے پر جزا دیتا ہے اور ایسی جزا دیتا ہے جو دائمی فائدہ پہنچانے والی ہوتی ہے۔ وہ نیکی کرنے والے کی نیکی کو کبھی ضائع نہیں کرتا، بہت قدر دان ہے۔

كَاشِفُ الضُّرِ: غموں اور دکھوں کو دور کرنے والا۔

اَلْوَکِیْلُ: کارساز۔

اَلْقَابِضُ: لوگوں کے صدقات کا لینے والا نیز جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے۔

اَلْمُعِزُّ: عزّت دینے والا۔

اَلْمُذِلُّ: خوار اور ذلیل کرنے والا۔ خدا تعالیٰ ہرگز بھی ایسا نہیں کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے یا ان کو ذلیل ورسوا کرے ہاں البتہ جو اس کے بار بار درگذر کرنے کے باوجود بھی اس کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں تو اپنے بداعمال کی وجہ سے ذلیل کیے جاتے ہیں۔

اَلْمُقَدِّمُ: اپنے دوستوں کو اوّلیت دینے والا۔

خَیْرُ الْمَاکِرِیْن: سب تدبیر کرنے والوں میں سے بہترین تدبیر کرنے والا۔

اَلْوَافِی: پوراپورا بدلہ دینے والا، ایفائے عہد کرنے والا۔ **اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ**۔(البقرۃ:41)

تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ ایک اور جگہ فرمایا:

فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ (آل عمران: 58) پس وہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ یہ اس کی رحیمیت بے پایاں ہے۔

اَلْکَفِیْلُ: عہد پر نظر رکھنے والا، ضمانتوں کو قبول کرنے والا۔

اَلْمُغَیِّرُ: انسان کے اعمال اور ایمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرنے والی ہستی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وہ اپنی رحمت کو کبھی تبدیل نہیں کرتا جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو یہاں تک کہ وہ خود اپنی حالت کو تبدیل کردیں“۔(الانعام:54)

اَلنَّافِعُ: نفع اور خیر کو پیدا کرنے والا، خدا تعالیٰ کی ذات نفع رساں ہے اپنے بندوں کے لیے، وہ اپنے خاص بندوں سے خاص معاملہ کرتا ہے۔ جو لوگ اس کی راہ میں قربانیاں کرتے ہیں ان کی پشت ہا پشت کو نوازتا ہے۔

اَلْوَاجِدُ: غنی ہے، مقصد میں کامیاب کرنے والی ذات اور کامیاب ہونے والی ہستی۔

اَلْبَاسِطُ: بڑھانے والا، خدا تعالیٰ لیتا ہے اور اس کو بڑھا کر واپس بھی کرتا ہے۔

اَلرَّافِعُ: درجات کو بلند کرنے والا، مقرّبین میں شامل کرنے والا۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

گھروں کے سکون، تربیت اولاد، معاشرتی برائیوں اور موذی امراض سے محفوظ رہنے کی دعائیں

(شاہدہ ناصر – مجلس نورستر اند)

خدائے رحمان ورحیم نے اپنے بندوں سے فرمایا کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی مجھ سے دعا مانگو میں اس کا جواب دوں گا۔ اسی طرح قرآن پاک میں مختلف مواقع کے لیے دعائیں مانگنے کے طریق بھی سکھلائے۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کے ذریعہ جو بھی دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی یہ اطلاع دی گئی ہے کہ ایک کامل دعا جو اس سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی وہ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ جو بھی ان دعاؤں کے ذریعہ خدا سے مانگتا ہے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے“۔ (صحیح مسلم)

قبولیتِ دعا کا ایک اہم ذریعہ نماز ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کو وہ کچھ ضرور ملے گا جو اس دعا میں اس کے لیے مانگا گیا ہے“۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا۔** (الاعراف:181)

کہ اللہ کے پاک نام اور صفات ہیں ان کو یاد کر کے پکارو اور اس سے دعا مانگا کرو۔

رحمت دو عالم ﷺ کی ذات مبارکہ سراپا دعا تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔** (الانعام:163)

آپ ﷺ ہر بابرکت کام کا آغاز **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** سے کرتے، شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** پڑھتے۔ آپ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ۔** (العنکبوت:46) یعنی نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

ہر قسم کی معاشرتی برائیوں سے بچنے کے لیے نماز کا قیام ضروری ہے اور فجر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کی جاتی ہے تو یہ گھروں میں خیر و برکت کا موجب بنتی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس کو قرآن کریم کا کچھ بھی حصہ یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے“۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر 222)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی آخری تین سورتیں رات کو سوتے وقت پڑھ کر سویا کرو ان جیسی کوئی چیز نہیں جس سے پناہ مانگی جائے۔ (نسائی)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آنحضور ﷺ جب کبھی بیمار ہوتے تو آخری دو سورتیں پڑھ کر ہاتھوں میں پھونک کر جسم پر مل لیتے۔ جب آخری بیماری شدید ہوئی تو میں یہ سورتیں پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر آپؐ کے بدن پر مل دیتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ کر سونے والے کے لیے بہت کافی ہیں نیز عرش کے اس خزانہ میں سے ہیں جو آج تک آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ (تفسیر طبری جزء 3 صفحہ 434)

سورہ بقرہ کی آخری دونوں دعائیہ آیات کے بارہ میں رسول کریم ﷺ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ ان کو یاد کرو اور اپنے اہل و عیال کو یاد کراؤ کیونکہ یہ صلوٰۃ، قرآن اور دعا پر مشتمل ہیں۔ (الدر المنثور للسیوطی جلد 1 صفحہ 378)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اولاد کے حق میں درج ذیل دعا بتائی: **رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔** (الفرقان:75)

اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ نیز یہ کہ ''**رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔**'' (ابراہیم:41 – 42)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت شہر مکہ کے پر امن شہر ہونے، اس کے باشندوں کے رزق ملنے اور اولاد کے شرک و بت پرستی سے بچنے کے لیے جو دعائیں کیں وہ سب قبول ہوئیں۔ (تفسیر الدر المنثور جلد 4 صفحہ 86)

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ۔ (البقرہ:127)

اے میرے رب! اس جگہ کو ایک پر امن شہر بنا دے اور اس کے باشندوں کو ہر قسم کے پھل عطا فرما۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیماری کو دور کرنے کی دعائیں سکھائی ہیں۔ روایت ہے کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ جب اپنے کسی رشتہ دار کی عیادت کے لیے آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے اور یہ دعا کرتے: **اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَأْسَ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَآءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔**

یعنی اے میرے اللہ! جو لوگوں کا رب ہے اس بیماری کو دور کر دے اور اسے شفاء دے کہ تو ہی شفاء دینے والا ہے تیری شفاء کے سوا کوئی اور شفاء نہیں۔ تو اسے ایسی شفاء دے جو کچھ بھی اثر نہ چھوڑے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر 552)

اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں حضرت جبرائیل آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں میں بیمار ہوں۔ اس پر حضرت جبرائیل نے یہ دعا کی: **بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ۔** (حدیقۃ الصالحین، صفحہ 539 – 540)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسن و حسین کو اس دعا سے دم کرتے اور فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے انہی الفاظ میں پناہ مانگا کرتے تھے۔

(کتاب الانبیاء بخاری خزینۃ الدعاء، مناجات رسول، صفحہ 9)

سورۃ البقرہ کی پہلی سترہ آیات کو یاد کرنے کی اہمیت و برکات

(روبینہ رزاق – مجلس بودو)

قرآن کریم کے کسی بھی لفظ کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس میں آنے والے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔ تو کسی بھی آیتِ قرآنی کو یاد کرنے میں کتنی نیکیاں ملتی ہیں، اس کا شمار لامتناہی ہے۔ جماعت احمدیہ میں سورۃ البقرہ کی پہلی سترہ آیات کو یاد کرنے کی تحریک پر زور سب سے زیادہ خلافتِ ثالثہ کے دور میں دیا گیا اور ایک پر معارف خطبہ جمعہ بمقام احمدیہ ہال کراچی میں خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے 12 ستمبر 1969ء کو ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ نے ربّ العزّت کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "انسان کی جسمانی اور روحانی ترقیات کے لیے اللہ تعالیٰ نے لامحدود دروازے کھولے ہیں اور ان ترقیات کے حصول کے لیے ایک منزل سورۃ البقرہ کی پہلی سترہ آیات کا نہ صرف زبانی یاد کرنا ہے بلکہ اس کے معانی اور تفسیر پر پورا ادراک حاصل کرنا بھی ہے"۔

اس ضمن میں آپ نے ان آیات کی مختصر مگر جامع تفسیر بیان کی تاکہ ان آیات کے حفظ کرنے کی اہمیت اور برکات ہر نسل کے احمدی کیا بوڑھا، کیا جوان سب پر واضح ہوں اور ہر تنظیم کے ممبر پورے اخلاص سے ان کو حفظ کریں تا اپنے ایمان کو ترقی کی منازل طے کروائیں اور حقیقی مومنین میں شامل ہوں۔

یہی وہ مقصد تھا جس کی خاطر اللہ عزّوجلّ نے مسیح محمدی کو اس زمانہ میں بھیجا تاکہ پھر سے ایمان ثریا سے زمین تک پہنچے اور سرور کونین ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور دینِ اسلام کا جھنڈا پوری دنیا میں آب و تاب سے لہرائے لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب ہم قرآن حکیم کی آیات پر غور و فکر کریں گے۔

سورۃ البقرہ کی سترہ آیات کے مضمون کی اہمیت بیان کرنے سے پہلے عرض کرتی چلوں کہ "البقرہ" کے علاوہ اس سورہ کا ایک نام "الظھراء" بھی ہے اور سورۃ البقرہ اور سورہ آلِ عمران دونوں کو "الظھروان" بھی کہتے ہیں یعنی دو نہایت روشن اور چمکدار۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "ہر چیز کا ایک بلند ترین مقام ہوتا ہے اور قرآن کریم کا بلند ترین مقام سورۃ البقرہ ہے"۔ (صحیح مسلم)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ جب میں سورۃ البقرہ کی آیت 130 پر پہنچا یعنی: **رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ۔**

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! تو ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تُو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

تو میرے دل پر یہ القاء ہوا کہ یہ آیت تمام مضامین کی کنجی ہے۔

ذیل میں خلاصہ پیش ہے:

1۔ سورۃ الفاتحہ میں جو طلبِ ہدایت کی دعا سکھائی گئی، سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات میں اسی ہدایت کا ذکر ہے۔ قرآن شریف ہی گزشتہ زمانے کے منعم علیہ گروہ کی ہدایت ہے اور فطرتِ انسانی کی اس پکار پر ربِّ عظیم کی عطاء ہے جو عرشِ الٰہی کو ہلا رہی تھی۔

2۔ قرآن حکیم نے ایک مکمل ہدایت نامہ پیش کیا ہے جو سب مذاہب کی صداقت پر مشتمل ہے۔

3۔ قرآن حکیم کی تعلیم انسان کے اعمال اور اخلاق کی اصلاح کرتی ہے اور تعلق باللہ سے انسان شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ پاتا ہے۔

4۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد اپنی تمام جزئیات اور تفاصیل سے بیان کیے اور گزشتہ مذاہب اور آئندہ آنے والے ادوار کی سچائیاں اور پیشگوئیوں کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی کہ تعلق باللہ کسی زمانہ سے مختص نہیں بلکہ ایک جاری چشمہ فیض ہے جو قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں دیا گیا ہے اور یہ سدا بہار درخت ہے جو ہمیشہ پھل دیتا رہے گا جو درجہ ایمان اور بے عمل زندگی سے نہیں بلکہ قربانیوں سے نصیب ہو گا۔

5۔ ان آیات میں تین گروہوں کا ذکر قابل توجہ ہے: **مومنین، منافقین اور کفّار**

اسی مضمون کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومنین جو کہ ہدایت یافتہ گروہ بھی ہے، کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اندرونی دشمن خاص طور پر وہ منافقین کا گروہ ہے جو مومنین کی ہی صفوں میں شامل ہو کر ان کی ترقیات میں رکاوٹ بنے گا اور نظام کو اندر سے اس طرح کھوکھلا کرے گا کہ ایک امام کے ہاتھ پر جمع ہونے والے وسوسوں کا شکار ہو جائیں گے اور خلافت اور اتحاد پر اکٹھی ہونے والی امّتِ واحدہ میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔

6۔ منافقین کے گروہ کی یہ بھی علامت ہے کہ وہ سادہ لوح سچے مومنوں کو معاشرہ میں بیوقوف بنا کر پیش کرے گا اور اپنے آپ کو پڑھے لکھے اور ترقی یافتہ قرار دے کر عام لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کریں گے۔

7۔ ایک گروہ بزدلوں کا بھی ہو گا جو بظاہر تو ایمان لانے والا ہو گا مگر بزدلی کی وجہ سے وہ منافقین سے ساز باز رکھیں گے مگر منافقین اور بزدلوں کا گروہ "بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ" کے مصداق ٹھہرائے جانے والے ہدایت یافتہ گروہ کو کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہی گروہ ہے جو ہمیشہ ہدایت کے راستوں کے کھلا ہونے اور وحی اور الہام پر ایمان لانے والا ہو گا۔

8۔ ہدایت یافتہ اور مومنین کا گروہ تمام منافقین اور بزدلوں کے متعلق اس یقینِ کامل کا حامل ہو گا کہ "صُمٌّۢ، بُكْمٌ، عُمْيٌ" کا گروہ یہی منافقت رکھنے والوں کا گروہ ہے جو کہ گونگے، بہرے اور دلوں پر زنگ آلودہ ہیں اور ان کی منافقت اور اندر کے گند سے کوئی ہدایت ان پر اثر نہیں کرتی اور انہوں نے اپنی فطرت کو اس قدر مسخ کر دیا ہے کہ ہدایت کی ہر راہ کو اپنے اوپر بند کر دیا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو "وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ" کے گروہ میں شامل کرتے ہیں حالانکہ ایمان نام کی ان میں کوئی چیز نہیں اور ان کا یہ ماننا ہوتا ہے کہ ہم اللہ اور مومنین کو دھوکہ دے رہے ہیں لیکن در حقیقت یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں اور دیتے رہیں گے۔

9۔ منافقین کا یہ گروہ جو شیطانی سرگرمیوں میں ملوّث رہتا ہے اور رہے گا، کا جھوٹ اور فریب اللہ ضرور پکڑے گا۔ استہزاء کرنا جھوٹ اور دھوکہ دہی کے زمرے میں آتا ہے اور منافقین اور بزدل لوگ، جو کہ مغضوب علیہ کا گروہ ہے ضرور اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں گے۔ اللہ کا استہزاء سے مراد ان کا جھوٹ ظاہر کرنا اور سزا دینا ہے۔

اس مختصر خلاصہ کے بعد قارئین کے لیے یہ بھی واضح ہو کہ ان آیات کو یاد کرنے کا ارشاد خلیفۂ وقت نے کیا تھا اور جو بھی تحریک خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کرتا ہے وہ اپنے اندر یقینی اہمیت پہلے سے ہی لے کر آتا ہے بعینہٖ اس حدیث کے مطابق کہ "اطاعتِ امام دراصل اطاعتِ خداوندی ہے" تو ان کا زبانی یاد کرنا اور روز مرّہ کی زندگی میں اسے پڑھنا در حقیقت خلیفۂ وقت کے ارشاد کی پیروی ہے جو اللہ عزّوجلّ کی خوشنودی کا باعث ہے اور ہدایت یافتہ گروہ میں اس کا شمار ہے، جو کہ مّلتِ واحدہ ہے اور ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے مومنین کی صفِ اوّل میں شامل ہوتا ہے اور یوں توحیدِ ربّانی اپنی پوری شان سے عالمِ اکناف میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہی وہ رب عزیز و حکیم و علیم کی قائم کردہ شریعت کا نفاذ ہے جہاں سرورِ کونین کے اعلیٰ و اکمل اور اتم ہونے اور تمام جہانوں کے کے لیے تا قیامت رحمت اللعالمین ہونے کا نظارہ ہے۔

خلاصہ کتاب فتح اسلام

(فہمیدہ سہیل ۔ مجلس اولن ساکر)

مصنّف: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وجہ تصنیف: 1890ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ملی کہ مسیح ابنِ مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ **وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا**

اس بشارت کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یکے بعد دیگرے تین کتب لکھیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ فتح اسلام آپؑ کی پہلی کتاب ہے جس میں اعلان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود جو آنے والا تھا یہی ہے، چاہو تو قبول کرو۔

یہ کتاب 1890ء کے آخر میں تصنیف فرمائی اور 1891ء کے شروع میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے 48 صفحات ہیں۔ مضمون کے آغاز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعویٰ مسیح موعود کے دلائل کو مفصّل بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہم ایک ایسے تاریک زمانے میں جی رہے ہیں جہاں ایمان برائے نام رہ گیا ہے اور اعمال صالحہ کی بجائے رسومات، اسراف اور ریاکاری کو سچائی کی دلیل سمجھا جانے لگا ہے۔ اسلام کو مٹانے کے لیے عیسائی تعلیم اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اسلام اور رسول پاک ﷺ کی بُری بُری تصاویر دکھلائی جاتی ہیں اور اس کام میں تمام شرمناک ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس تاریکی کے دَور میں ضروری تھا کہ کوئی روشنی آسمان سے اترے۔ ہر مصلح اور مجدد لیلۃ القدر میں اتارا جاتا ہے۔ سورۃ القدر میں خدا تعالیٰ نے مومنین کو بشارت دی کہ خدا کا کلام اور اس کا رسول لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا۔ لیلۃ القدر اس ظلماتی زمانہ کو کہا جاتا ہے جس میں ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مزید اپنے دعویٰ کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس طرح یہودی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ صدیاں گزرنے کے بعد مختلف قسم کی اعتقادی، اخلاقی اور روحانی کمزوریوں کا شکار ہو گئی تھی، میری امّت بھی یہودی امّت کے نقش قدم پر چلے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ المزمّل آیت گیارہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امّت میں ان کے بعد چودھویں صدی میں ایک مسیح آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی تبلیغ کے لیے اور ان کی امّت کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوا تھا، یہی مماثلت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مثیلِ موسیٰ یعنی آنحضرت ﷺ کو بھی ایک مثیل مسیح دیا جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”میرا مثیلِ مسیح ہونا تعجّب کی بات نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے کے نام منسوب کرتا ہے مثلاً جو ابراہیم کے دل کے موافق رکھتا ہے، خدا کے نزدیک وہ ابراہیم ہے۔ چنانچہ مجھے بھی خدا نے اس بارے میں ایک دفعہ الہام فرمایا کہ ”فِيْكَ مَادَّةٌ فَارُوْقِيَّةٌ“ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک الہامی رباعی کتاب کے ٹائیٹل پر درج ہے جس میں زمانے کے لوگوں کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعویٰ کا مضمون سمجھایا ہے کہ جس طرح ایک طبیب کو اس کی قابلیت کی بناء پر اور حسین اور معشوق کو مسیح کا خطاب دیا جاتا ہے بالکل اسی طرح خدا نے روحانی طور پر بعض مماثلتوں کی بناء پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح کا خطاب دیا ہے۔ رباعی کے الفاظ یہ ہیں:

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تم نے مسیحا بنا دیا

پھر اپنے دعویٰ کی مزید دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں "قرآن کریم میں خدا نے اپنی کتاب کے متعلق یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے خدا سے بشارت پا کر اپنی امّت کو اطلاع دی کہ دینِ محمدیہ کی حفاظت اور اصلاح کے لیے ہر صدی میں خدا ایسے افراد مامور کرے گا اور ان بشارات کے بارے میں اکثریت اس سے مراد مسیح ابنِ مریم کو خیال کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر جسمِ خاکی سمیت موجود ہیں اور یہ تصوّر پایا جاتا ہے کہ وہ زمانے کے آخر میں آئیں گے اور دین کی اصلاح فرمائیں گے"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ عیسائیوں کے خیال میں مسیح کی دوبارہ زندگی کا جو خیال جما ہوا ہے درحقیقت اس کے مذہب کی زندگی کی طرف اشارہ ہے اور جس مسیح کے آنے کی بشارت آنحضرت ﷺ نے دی وہ میں ہوں"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعویٰ کے دلائل کے بعد اپنے بیان کردہ مضمون میں اہلِ اسلام کو اسلام کی فتح کے بارے میں خوش خبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لیے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسے کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لیے کھو نہ دیں اور اعزازِ اسلام کے لیے ساری ذلّتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے، وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔

اس خوش خبری کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی ترقی اور نظام سلسلہ کو چلانے کے لیے خدا سے بشارت پا کر پانچ طریق پر کام کرنے کی احباب کو اطلاع دی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اس کام کے لیے خدا نے مجھے چن لیا ہے اور میری جماعت کو چاہیے کہ میری مدد کریں۔ اس کام کے لیے مالی مدد کی بہت ضرورت ہے تمام احباب کو پوری توجہ کے ساتھ مالی مدد کرنی چاہیے خواہ ماہواری چندہ فرض کرلیں یا یکمشت ادا کر دیں لیکن بہتر ہے کہ یہ ہر ماہ دیتے رہیں تاکہ اس کارخانے کا نظام چلتا رہے۔ ان پانچ شاخوں میں سے پہلی شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے۔ اسلام کی سچائی کو ثابت کرنے، مخالفینِ اسلام کے وساوس کا ازالہ کرنے کے لیے لوگوں میں اسلام کی پاکیزگی اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے خدا کے ملائکہ اور روح القدس کی تائید سے جو معارف مجھے عطا کیے جائیں گے وہ ان تالیف و تصنیف کے ذریعے لوگوں تک پہنچاؤں گا"۔

"دوسری شاخ وقتی اور ہنگامی اور فوری حالات کے پیشِ نظر اشتہارات کا سلسلہ شروع کیا ہے اور کئی ہزار اشتہارات دنیا میں تقسیم کر چکا ہوں۔ تیسرا سلسلہ ہزارہا افراد اس پیغام کو دنیا میں پھیلنے کے بعد کشاں کشاں میرے پاس آتے ہیں اور اپنے دل کے امراض کا میرے پاس ذکر کرتے ہیں۔ جب وہ میرے روبرو بیٹھتے ہیں تو میں ان کے دل کا حال جان کر ان کے مناسب حال کچھ سمجھاتا ہوں۔ انبیاء کے طریق پر میری تقریر ہے۔ خدا نے جو میری زبان میں تاثیر رکھی ہے وہ دلوں پر اثر کرتی ہے"۔

چوتھی شاخ خطوط کا سلسلہ ہے۔ جو کہ دور دراز لوگ بیٹھے ہیں ان کو میں آسمانی حقائق کی اطلاع دوں۔

پانچویں شاخ بیعت کا سلسلہ ہے۔ خدا نے فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہاتھ دیا"۔

ان شاخوں کو بیان کرنے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "بیعت تو ہر قسم کے لوگ کر سکتے ہیں لیکن میرے دوست اور عزیز وہی ہیں جو مجھ پر یقین رکھتے ہیں۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے، وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے، نیکی کو اختیار کرتا ہے، کجی کو چھوڑتا ہے اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک ایسا جو کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں"۔ مزید فرماتے ہیں "اور ساتھ ہی میں شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا اور مجھے صدق سے بھری روحیں عطا کیں"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلے میں سب سے پہلے خلیفہ اوّل مولوی حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "نام ان کا نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمۂ اسلام کے لیے وہ کر رہے ہیں میں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں"۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعض اور رفقاء کا بھی ذکر کیا ہے جس میں سب سے پہلے شیخ محمد حسین مراد آبادی کے ذکرِ خیر میں فرماتے ہیں "میں انہیں مراد آباد کے لیے شمع منوّر سمجھتا ہوں"۔ پھر حکیم فضل الدین بھیروی کے تعلق میں فرماتے ہیں "وہ میرے سچے خیر خواہ اور دلی ہمدرد اور حقیقت شناس مرد ہیں۔ میں ان کی فراستِ ایمانی سے متعجّب ہوں۔ ان کے ارادے کو خدا تعالیٰ کے ارادے سے توارد (ناقل۔ ایک ہی مضمون دوسرے کے ذہن میں بھی آجانا) ہو گیا ہے۔ وہ ہمیشہ درپردہ خدمت کرتے رہتے ہیں"۔

مرزا عظیم بیگ صاحب مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں "مرزا صاحب بہت قلیل البضاعت (ناقل۔ کم سرمایہ دار) آدمی تھے مگر ان کی نگاہ میں دینی خدمتوں کے محل پر جو ہمیشہ کرتے رہتے تھے خاک سے زیادہ مال بے قدر تھا"۔

اپنے رفقاء کے ذکرِ خیر کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں "یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اس کا میں تفصیلی ذکر کر چکا ہوں۔ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ میری باتوں کو یاد رکھو یا لوحِ حافظہ سے بھلا دو"۔ اس کے بعد اپنے مضمون کا خلاصہ ایک فارسی نظم کی صورت میں بیان کیا ہے۔

شِفاء اور شَفاء میں کیا فرق ہے

شِفَاء: کا مطلب ہے **صحت، تندرستی**

شَفَاء: کا مطلب ہے **موت، گڑھا، کنارہ**

حوالہ: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ (بنی اسرائیل:82)

"اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرما رہے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شِفاء اور رحمت ہے۔"

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (آل عمران:103)

"اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔"

اہرامِ مصر

(ربیعہ عبدالسلام – مجلس للّٰے سترم)

اہرامِ مصر کو دیکھنے کے بعد انسان ضرور اس سوچ میں گم ہوتا ہے کہ آخروہ کیا عوامل پیش نظر رہے کہ یہ بلند و بالا عمارات تعمیر کی گئیں۔ مصری بادشاہ یعنی فرعون اپنی تخت نشینی کے ساتھ ہی ہرم کی تعمیر شروع کروادیا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر فرعون اپنی ممی کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ اہرام نما مقبرے بنواتے تھے۔ اہرامِ مصر کی تاریخ تین ہزار سال سے لے کر ساڑھے چار ہزار سال پرانی بتائی جاتی ہے۔ اس میں سب سے اونچے ہرم کی اونچائی 481فٹ تھی جو وقت کی شکست وریخت نے 30فٹ تک کم کر دی ہے۔

اب تک جو بھی اہرام دریافت ہوئے ہیں وہ دریائے نیل کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ ملے ہیں جس کے بارے میں تحقیق دانوں کا کہنا ہے کہ اس زمانہ اور علاقہ کے لوگ سورج کے پجاری تھے اور اسی نسبت سے وہ مرنے والوں کے لیے مغربی سمت کو صحیح جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ مغربی سمت میں مرنے والوں کے لیے آگے کی دنیا آباد ہے۔ اسی لیے ان اہرام میں نہ صرف بادشاہی آباؤ اجداد کی حنوط شدہ لاشیں ملی ہیں بلکہ مصری ان اہرام میں ہر طرح کے آرام وآسائش کی اشیاء بھی رکھا کرتے تھے تاکہ مرنے والے کی آگے کی زندگی پر سکون گزرے۔ اسی غرض کے تحت سلاطینِ مصر کے آخرت کے سفر کے آرام و سکون کے لیے ان مقبروں پر تصاویر بھی نقش کی گئی ہیں۔

ان اہراموں میں سب سے پرانا ہرم مصر میں سقارہ نامی جگہ پر ملا ہے، جو''یوسر''نامی فرعون کے لیے بنایا گیا تھا۔ یہ ہرم ساڑھے چار ہزار سال پرانا ہے۔

ایک تحقیق کے مطابق 2008ء میں مصر میں 138 اہرام ملے ہیں۔ ان اہرام میں سب سے مشہور سلسلہ غزہ کے مقام پر ملا ہے جو کہ مصر کے دارلخلافہ قاہرہ کے ساتھ واقع ہے۔ اس میں سب سے بڑا ہرم چیپس ہرم ہے جو کہ دنیا کے سات عجوبوں میں سے ایک مانا جاتا ہے۔ اہرامِ مصر کی بنیادیں اگرچہ مربع شکل میں ہیں جب کہ اس کے پہلو تکون ہیں اور یہ تکونیں اونچائی پر پہنچ کر ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں۔

تاریخ دانوں کے ایک اندازے کے مطابق ہر ہرم کی تعمیر کو پورا کرنے کے لیے بیس ہزار لوگ بیس سال تک کام کرتے رہے ہوں گے۔ اس کو بنانے میں 25لاکھ کے قریب پتھر کے بلاک استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یہ بلاک کس قسم کے ہیں، مٹی سے بنے ہوئے ہیں یا کسی اور طرز سے ان کو بنایا گیا تھا اور اگر ان کو خود انسان نے تراشا تھا تو وہ اوزار کیوں نہیں ملے؟ اس بات کا جواب ناممکن ہے۔ صدیوں سے ماہرین اس سوال کا جواب تلاش کر رہے ہیں کہ آخر اس وقت کے کاریگروں نے وہ کون سا طریقہ اپنایا کہ اڑھائی ٹن تک وزنی پتھروں کو اتنی اونچائی تک پہنچانے میں کامیاب رہے۔ کوئی بھی تاریخ دان اس بات کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے کہ کس طرح اتنی زیادہ تعداد میں پتھر ایک جیسے تراشے گئے اور آیا یہ ممکن ہے کہ ان کو اس

طرز پر تراش کر اتنی اونچائی تک لے جایا جائے، اسی لیے اہرامِ مصر کا طرزِ تعمیر تاریخ دانوں کے لیے آج بھی حیران کن ہے کیونکہ یہ اس زمانے کی بات ہے جس میں کسی قسم کی جدید تعمیری مشینری نہیں پائی جاتی تھی، تو قدیم انسان کیوں کر اس قدر بلند اور بالا تعمیری کام کرنے میں کامیاب رہا اور اپنی باقیات چھوڑیں۔ جب کہ قرآن پاک میں اس کا ذکر کچھ یوں آیا ہے:

"پس آج کے دن ہم تجھے تیرے بدن کے ساتھ نجات بخشیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لیے ایک عبرت بن جائے۔ حال یہ ہے کہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً ہمارے نشانات سے بالکل غافل ہیں"۔ (یونس:93)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا کرتے ہوئے فرعون کی لاش پانی میں غرق ہونے کے بعد بھی آج تک مصر کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یقیناً یہ خدا کی حکمت ہے کہ اس نے بعد میں آنے والوں کے لیے یہ باقیات محفوظ رکھیں تاکہ لوگ ان پر غور و فکر کریں اور عبرت حاصل کریں"۔ (تفسیر صغیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود)

مگر ایک تحقیق کے مطابق اہرامِ مصر مٹی کے ہی بلاک بنا کر تعمیر کیے گئے ہوں گے کیوں کہ اہرام کے بلاکس کی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان بلاکس میں دریائے نیل کی مٹی استعمال ہوئی ہے اور تحقیق کے مطابق ان پتھروں میں پانی اور ہوا کے بلبلے موجود ہیں جو کہ ممکن ہے اس وقت پیدا ہوئے ہوں جب مٹی کو سانچوں ڈالا جا رہا ہو گا۔ عام طور پر یہ بلبلے پانی کی تبخیر کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ اس موقع پر سورۃ القصص کی آیت 39 ذہن میں آتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "اے ہامان تو میرے لیے مٹی کو آگ میں پکا"۔ (القصص:39)

سائنس دانوں نے اہرامِ مصر کے مٹی سے بنائے جانے کی تھیوری کو 1981ء میں پیش کیا اور 2006ء میں دوسرے سائنس دانوں نے اس کو ثابت کیا۔

Wikipidia.no#pyarmids#AhramMisr#Egypt (Youtube)

"لجنات حضورِ انور کے ارشاد کے مطابق روزانہ دو نوافل کا التزام کریں۔
جماعت ناروے نے نفلی روزہ کے لیے ہر سوموار کا دن مقرر کیا ہوا ہے۔"

!

) $ (' & % $ " !

/ . - , + *

KJI= H 8 G A F E >D4!C . 3 B 'A@?>=< ; :98 6 %543 2

`@E>% _ V@ ^ >]\ [% @EYXWV@EUT S RPONM L

kghij + * fed c b

A@Eev u t s r q !pon 3 2 m l

$. 8 QŠ%‰^%‡ $ 3!4 †%… „ ƒ , 3 • / €%• ~ !}| { z y x RwO! %!

$ KšTMz • . ('% ˜ $ —• ” “ % ’% ‘ $. ('% >•% • Ž•=Œ ‹

kgh « g ª 3© ¨ b

`ž § •¦ ¥ ¤£% ¢ ¡ z4!R ŸAžYC • zœ ` ›

@Eev :98 ° %¯ ® - ¬ 3 2 m l

’À %¿`¾½Y¼» y ³ •8 L º!-%¹A / ´ ! { ¸ · ¶ µ ´ ! L y ³ ² V ±

Ñ L = Ðœ Ï¶ µ Î•Í Ì % ¿ L § Ëœ ¶ / Å Ä!ÃÈÅ Ä!Ã-%¿¶ / ’Áz%ÂRÁ%

kÔiÔhgÓ Ò b

`@

áà] ß : 98]Þ Ý Ü - ¬ Û Ù Ø Ö 3 2 !Ä%

L Kê '•3o% 3éèC ± `ç% µ æ Î•L • •º!% @Gåä ' ' ã â Ï

ö î :98 ˜ $ õô ó L î e|œ ñ / Â! î 8 -èœ ð ïz î YG í >Qì ë '

/ Â! î !!ÿ þ 4œ $. 3 B 'ð ïz î > ý ü•=û ú]!Â|MKùø|÷ ± ` /

kÔ'jii&%iiÓ Ò b

` / Â'> $ =û ^ # |MÂ"O

+ *]!o|') (

` / ?½ 3 | '2% / À½Y 1 0M î / >. -%! L ,

`6 -%: ¹ ˜ $ 9 !Â6 5 8 7 Â6 5&IVYÍ%'4

` / ?½Y% !@ ? M > >å=K< L];

`M %>LìKE L KCœ >QÃ J I HVG½ ’ŠM f • -!FKE •KDCÂBA

انجیر کا حلوہ

(آسیہ منصور – مجلس بیت النصر)

اشیاء:

انجیر – 250 گرام
چینی – آدھا کپ
بادام کٹے ہوئے – دو کھانے کے چمچ

سوجی – تین چوتھائی کپ
کھویا – ایک کپ
پستی – کٹا ہوا، دو کھانے کے چمچ

گھی – آدھا کپ
سبز الائچی کا پاؤڈر – آدھا چائے کا چمچ

ترکیب: انجیر کو گرم پانی میں دو گھنٹے کے لیے بھگو دیں۔جب انجیر نرم ہو جائیں تو ان کو نکال کر آدھا کپ پانی شامل کر کے اس کی پیسٹ بنا لیں۔ پھر گھی کو گرم کر کے اس میں سوجی کو ہلکا سا کلر آنے تک بھونیں پھر اس میں انجیر کا پیسٹ ڈال کر دو منٹ تک بھونیں۔ اس کے بعد چینی شامل کر کے دو منٹ مزید بھونیں، پھر بادام، پستہ اور الائچی پاؤڈر ڈال کر ایک منٹ تک بھونیں۔ آخر میں کھویا ڈال کر مکس کر لیں۔ تھوڑا سا کھویا اور پستہ بادام گارنش کے لیے پہلے نکال لیں۔ حلوے کو ڈش میں نکال کر کھویا، پستہ اور بادام سے گارنش کریں۔

پالک اور مکئی کا پلاؤ

(سرور مبارک – مجلس نور ستر اند)

اشیاء:

چاول – 1 1/4 کپ
ادرک – ایک انچ کا ٹکڑا
تیل – 1 1/2 ٹیبل سپون
لونگ – 2 عدد
کالی الائچی بڑی – 2عدد
لیمن جوس – 1 ٹیبل سپون

پالک – 2 میڈیم سائز کے بنڈل
سبز مرچیں – 2-3عدد
زیرہ ثابت – 1 – ٹیبل سپون
کالی مرچ ثابت – 5 عدد
دار چینی – ایک انچ کا ٹکڑا
نمک – حسب ذائقہ

مکئی کے دانے – 3/4 کپ
لہسن – 4-6عدد جوئے
تیز پتا – 1 عدد
سبز الائچی – 2عدد
جائفل – 1 ٹکڑا

ترکیب: چاولوں کو دھو کر آدھے گھنٹے کے لیے بھگو دیں۔اس کے بعد پالک کو کاٹ کر دھو لیں۔ لہسن اور ادرک کو چھیل کر باریک باریک کاٹ لیں۔ سبز مرچوں کو درمیان سے کاٹ کر ان کے بیج نکال کر ان کو دو حصوں میں کاٹ لیں۔ اب فرائی پین میں تیل ڈال کر گرم کریں اور اس میں زیرہ ڈال کر براؤن کر لیں۔ پھر اس میں تیز پتا، لونگ، کالی مرچ، سارے مصالحے ڈال کر فرائی کریں اور اس کے بعد اس میں باریک کٹا ہوا ادرک، لہسن اور سبز مرچیں ڈال کر میڈیم حرارت پر ایک منٹ تک پکائیں۔ اس کے بعد مکئی کے دانے ڈال کر 2 سے 3 منٹ تک پکائیں۔ اب اس میں چاول ڈال کر آہستہ آہستہ ایک منٹ پکائیں اور 21/2 کپ پانی ڈال دیں نمک بھی حسب ذائقہ ڈال دیں۔ اب اس میں پالک کے کٹے ہوئے پتے ڈال دیں اور اچھی طرح مکس کریں۔ چاولوں کو پکنے دیں، جب چاولوں کی رنگت براؤن ہونے لگے تو اس میں لیمن جوس ڈال کر حرارت کم کر کے 5 سے 7 منٹ دم پر لگا دیں۔ پالک اور مکئی کا مزے دار پلاؤ تیار ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ناروے کی واقفاتِ نو کی کلاس 28 ستمبر 2011ء

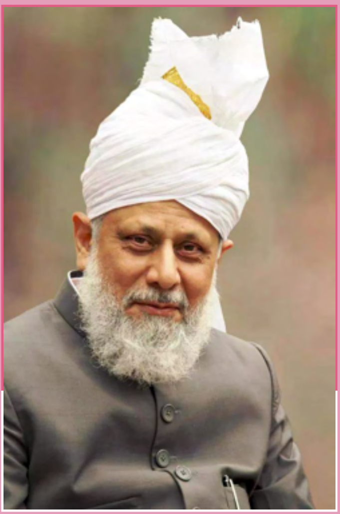

(نبیلہ چیمہ – از شعبہ واقفات)

واقفینِ نو کو اپنی نمازوں کے بارہ میں جائزہ لینا چاہیے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’آپ لوگوں نے بڑے اچھے عناوین چنے ہیں۔ پہلے نماز کی اہمیت کے بارہ میں مضمون تھا لیکن میں نے جائزہ لیا ہے کہ مضمون تو پڑھ لیتے ہیں لیکن جب پوچھا جائے کہ پانچ نمازیں کس کس نے پڑھی ہیں تو بہت کم ہوتے ہیں پڑھنے والے۔ نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔ صرف مضمون پڑھنے سے فرض پورا نہیں ہو جاتا۔ واقفینِ نو کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ سونے سے قبل اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم نے پانچ نمازیں ادا کر لی ہیں۔ اس طرح آپ کو خود پتہ لگ جائے گا کہ ہم کس حد تک پابندی کر رہے ہیں‘‘۔

نماز برائی سے روکتی ہے لیکن بہت سے نمازیں پڑھنے والے ایسے لوگ ہیں، مسلمانوں کے بچے ہیں جو آکر مسجد پر پتھر، گند اور پمفلٹ وغیرہ پھینک جاتے ہیں۔ اب ان کو نماز برائی سے نہیں روک رہی۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ خالص ہو کر میرے پاس آؤ۔ میں تمہارا ہر کام، ہر فعل دیکھ رہا ہوں، ہر حرکت دیکھ رہا ہوں۔ تو صاف دل اور خلوصِ نیّت کے ساتھ پڑھی جانے والی نمازیں برائیوں سے روکتی ہیں۔ جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے رک جاؤ تو تب فائدہ ہو گا۔ کسی کے تقریر کرنے یا ایک سال بعد مضمون پڑھنے سے فائدہ نہیں ہو گا۔ جو دس سال سے اوپر ہیں ان سب پر نماز فرض ہے۔ اگر وہ نماز نہیں پڑھتے اور ان کے ماں باپ ان کو جگاتے ہیں اور یہ آگے سے ہوں ہاں کر کے سو جاتے ہیں تو یہ غلط چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ اتنے رحم دل تھے کہ آپ ﷺ سے کسی کی کوئی تکلیف برداشت نہ ہوتی تھی تو آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ جو لوگ نمازوں پر نہیں آتے میرا دل چاہتا ہے کہ لکڑیوں کا ایک گٹھا لوں اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ اس زمانے میں بھی بعض لوگ مسجد میں نہیں آتے تھے۔ مجلسیں لگاتے تھے تو نمازیں رہ جاتی تھیں۔ آج کل بھی ٹی وی ہے، ڈرامے ہیں، انٹرنیٹ ہے، رات دیر تک یہ چیزیں دیکھتے رہتے ہیں اور پھر فجر پر آنکھ نہیں کھلتی‘‘۔

وقفِ نو ٹائٹل نہیں ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ’’آپ سب کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ آپ وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ نے پیدائش سے قبل وقف کیا تھا تاکہ جماعت کو خوبصورت تحفہ پیش کریں جو جماعت کی خدمت کرنے والا ہو۔ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والا ہو۔ اگر یہ احساس آپ لوگوں میں پیدا نہیں ہوتا، اگر یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو وقفِ نو کے ٹائٹل لگ جانے سے تو کوئی فائدہ نہیں‘‘۔

والدین کا احسان

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا"دوسرا مضمون یہ پڑھا گیا ہے کہ ہم احمدی کیوں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ اپنے عملی نمونے دکھائیں۔ آپ کے باپ دادا کو توفیق مل گئی، والدین کو توفیق مل گئی تو انہوں نے مان لیا لیکن وقفِ نو میں سے تو کوئی ایسا نہیں ہو سکتا جس نے قبول کیا ہو۔ پس یہ احسان جو ماں باپ، باپ دادا کا ہے ہمیشہ یاد رکھیں کہ انہوں نے احمدیت قبول کی اور احمدیت پر قائم رہے"۔

سچ کی اہمیت

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا"ہمیں ان نمونوں پر چلنا ہو گا جو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمائے۔ عرب کے بگڑے ہوئے لوگ چور تھے، ڈاکو تھے، قاتل تھے، شرابی تھے لیکن وہ ایسے نیک بن گئے کہ ہر برائی چھوڑ دی اور سچائی کو ایسا اختیار کر لیا کہ ان کے ہر قول و فعل میں سچائی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو سچ نہیں بولتے اور جھوٹ بولتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو خدا پر یقین نہیں ہے۔ جھوٹ سے کام لینے والا شرک کرنے والا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سارے گناہ بخش سکتا ہوں لیکن شرک نہیں"۔

مرکز آپ کو ہدایت دے گا کہ آپ نے آئندہ کیا کرنا ہے

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا"وقفِ نو والے گہرائی میں جا کر سوچیں کہ کس طرح ہم نے زندگی گزارنی ہے، کس طرح دین کا پیغام پہنچانا ہے۔ بہت سارے ایسے ہیں جو جامعہ نہیں جا سکیں گے اور دوسرے فیلڈز میں جائیں گے۔ آپ نے پڑھائی مکمل کر کے اپنے آپ کو جماعت کے لیے پیش کرنا ہے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے جماعت سے یہ پوچھنا ہے کہ ہم نے اپنی پڑھائی مکمل کر لی ہے اب ہمارے لیے کیا ہدایت ہے۔ ہم اپنے آپ کو جماعت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد مرکز آپ کو ہدایت دے گا کہ آئندہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے پائلٹ بننا ہے تو جماعت کو تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی کو بہت شوق ہے تو باقاعدہ اجازت لے لے۔ جب جماعت کے جہاز ہوں گے تو ضرورت ہو گی لیکن اب ضرورت نہیں ہے"۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ "بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے بزنس کرنا ہے لیکن اس کا فیصلہ خلیفہ وقت کرے گا کہ آیا کہ آپ نے جماعت کی خدمت کرنی ہے یا کوئی دوسرا کام کرنا ہے، کسی کمپنی میں کام کرنا ہے۔ ہر لیول پر آپ کو پوچھنا چاہیے کہ کیا کرنا ہے۔ **جماعت کو ڈاکٹرز، انجینئرز، ٹیچرز، میڈیا اور مختلف زبانوں میں ٹرانسلیشن** کے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ آپ کو فائدہ اسی تعلیم کا ہو گا جو جماعت کی مرضی سے آپ حاصل کریں گے۔ ناروے کے واقفینِ نو یاد رکھیں کہ اگر ان کے ذہن میں ہے کہ ناروے کے واقفین ناروے میں ہی رہیں گے تو ایسا نہیں ہو گا۔ جہاں جماعت کو ضرورت ہو گی وہاں بھیج دیا جائے گا۔ اس چیز کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں"۔

(الفضل انٹرنیشنل 2 دسمبر 2011ء)

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(آصفہ کوکب ۔ مجلس بیت النصر)

ہمارے پیشوا حضرت محمد ﷺ سب سے بہترین رہنما و ہادی ہیں۔ آپ ﷺ کی پاک صحبت اور بہترین تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے اپنی زندگی میں نہ صرف تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ نمونے قائم کرکے دکھائے بلکہ نبی اکرم ﷺ کے دینی مقاصد میں ہمیشہ مدد و معاون ثابت ہوئیں۔ اس شمارہ میں ہم ازواجِ مطہرات میں سے اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کریں گے۔

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث کا تعلق قریش کی شاخ بنو ہلال سے تھا۔ آپؓ کی والدہ ہند بنت عوف تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام برّہ تھا جسے آپ ﷺ نے ناپسند فرماتے ہوئے بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ جیسا کہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس تبدیلی میں بہت گہری حکمتیں ملحوظِ خاطر تھیں۔ اوّل یہ کہ برّہ نام جس کے معنی سراپا نیکی کے ہیں اظہارِ بڑائی یا تکبّر کا ذریعہ نہ بن جائے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ کی تعمیل میں کمال احتیاط مقصود تھی کہ اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہرایا کرو۔ دوسرے ایسے نام کے بے محل استعمال کو بھی اچھا شگون نہیں سمجھا جاتا تھا جیسے کوئی کہے کہ برّہ (یعنی نیکی) گھر میں نہیں ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمرو بن عمیر سے ہوئی تھی۔ ان سے طلاق کے بعد آپؓ ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے عقد میں آئیں پھر ان سے بھی علیحدگی ہوگئی۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کا واقعہ عمرۃ القضاء سات ہجری کے بعد کا ہے اور یہ شادی حضور ﷺ کی آخری شادیوں میں سے تھی۔ روایات کے مطابق جب رسول اکرم ﷺ معاہدہ حدیبیہ کے مطابق عمرۃ القضاء کے لیے تشریف لائے اسی زمانہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی بھی ہجرت حبشہ سے واپسی ہوئی تھی جن کی بیوی حضرت اسماء حضرت میمونہ کی بہن تھیں۔ حضور ﷺ نے یہ دیکھا کہ میمونہ جیسی معزّز مسلمان خاتون مکہ میں خاوند سے علیحدگی کے بعد اکیلی رہ گئی ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت جعفرؓ سے مشورہ کیا کہ اگر میمونہ پسند کریں تو آنحضرت ﷺ ان سے عقد کرلیں۔ حضرت جعفرؓ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے اس کا ذکر کیا اور اسی موقع پر آنحضرت ﷺ سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوگیا۔

آنحضرت ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ کے مطابق عمرہ کے لیے مکہ میں صرف تین روز قیام کرنا تھا اور معاً بعد سرف مقام میں حضور اکرم ﷺ نے احرام کھولا اور حضرت میمونہ سے نکاح ہوگیا۔ مکہ میں تیسرے دن مشرکین مکہ کا ایک وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تین دن پورے ہوچکے ہیں اس لیے اب آپ ﷺ کو معاہدہ کے مطابق مکہ سے کوچ کر جانا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے میمونہ سے شادی کی ہے۔ اگر آپ اور ایک دن مزید رکنے کی اجازت دے دیں تو میں آپ سب کو دعوتِ ولیمہ میں شامل کرنا چاہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ ﷺ کی دعوت کی کوئی ضرورت نہیں ہے بس آپ ﷺ وعدہ کے مطابق مکہ خالی کردیں۔ چنانچہ آپ ﷺ شہر سے باہر تشریف لے گئے اور سرف مقام پر جاکر حضرت میمونہ کے ساتھ آپ ﷺ نے قیام فرمایا جہاں شادی اور ولیمہ کی تقریب بھی ہوئی اور اس کے اگلے روز آپ ﷺ مدینہ روانہ ہوگئے۔

رسولِ کریم ﷺ اور امّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باہمی تعلق بہت ہی پیار و محبت کا تھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسولِ کریم ﷺ سے چھیالیس کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت میمونہ کی روایات سے آپ ﷺ کا ازواج کے ساتھ حسنِ سلوک کا ذکر بھی کثرت سے ملتا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے 56 سال بعد 82 برس کی عمر میں وفات پائی اور اس وقت انہوں نے اپنے گرد کے لوگوں سے درخواست کی کہ جب میں مر جاؤں تو مکہ کے باہر ایک منزل کے فاصلہ پر اس جگہ جہاں رسول کریم ﷺ کا خیمہ تھا اور جس جگہ پہلی دفعہ مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا میری قبر بنائی جائے اور اس میں مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواہش کے مطابق اسی جگہ سرف کے مقام پر ان کا مزار بنایا گیا۔

https://www.alislam.org/urdu/book/

نوٹ: شعبہ واقفات کی طرف سے ازواج مطہرات کی سیرت کا سلسلہ جولائی تا ستمبر 2018ء کے زینب سے جاری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نسخے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مریضوں کی عیادت فرماتے تو بعض اوقات بعض نسخے بھی تجویز فرمایا کرتے تھے۔ ان کا روایات میں ذکر ملتا ہے۔ چند ایک کا میں ذکر کرتا ہوں۔ یہ اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مریضوں کی کتنی فکر رہا کرتی تھی۔ ان کے علاج معالجے، خوراک وغیرہ کا بھی خیال رکھتے تھے اور بعض بیماریوں کا علاج بھی فرمایا کرتے تھے۔

کلونجی: اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس سیاہ دانے یعنی کلونجی میں ہر مرض سے نجات دینے کے لیے شفا رکھ دی گئی ہے سوائے موت کے۔ (بخاری، کتاب الطب، باب الحبۃ السوداء)

انجیر: ایک نسخہ کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انجیر کھایا کرو۔ پھلوں میں سے بڑا اچھا پھل ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ جنت سے ایک پھل نازل ہوا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ انجیر جنت سے آنے والا ایسا پھل ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے۔ پس اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کے مرض کو دور کرتا ہے اور نقرس (Gout) کے مرض میں بھی نفع بخشتا ہے۔ جن کو گاؤٹ کے مرض کی تکلیف ہوتی ہے اس کے لیے بھی اچھا ہے۔ (کنزل العمال، کتاب الطب، الباب الاوّل، الفصل الاول التین من الاکمال، حدیث نمبر 28280)

کشمش: پھر ایک نسخے کا ذکر ہے؛ کشمش کے بارے میں آتا ہے کہ اس کا استعمال کرنا چاہیے کیونکہ یہ کڑواہٹ کو دور کرتا ہے، بلغم کو دور کرتا ہے، اعصاب کو مضبوط کرتا ہے، لاغرپن کو دور کرتا ہے، اخلاق کو عمدہ کرتا ہے۔ دل کو فرحت بخشتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔ (کنزل العمال، کتاب الطب، الباب الاوّل، الفصل الاول، الزبیب حدیث نمبر 28265)

اس بارے میں بھی بڑے لوگوں نے تجربہ کیا ہے۔ بعضوں نے عرق گلاب میں ڈبو کر کشمش کھائی ہے اور جن کے دل کی نالیاں بند تھیں اور ڈاکٹر بائی پاس آپریشن تجویز کر رہے تھے وہ اللہ کے فضل سے کھل گئیں۔ اس تجربے کو کئی لوگوں نے مجھے بتایا ہے۔

زیتون: پھر زیتون کے بارے میں آتا ہے کہ اس کی مالش کیا کرو کیونکہ اس میں جذام سمیت ستّر امراض کے لیے شفا ہے۔ کھایا بھی کرو۔ (کنزل العمال، کتاب الطب، الباب الاوّل، الفصل الاول اشیاء متفرقۃ حدیث نمبر 28299)

کھیر: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مریض کو اور غمزدہ افراد کو شہد اور آٹے سے تیار کردہ پتلی کھیر کھلانے کا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہا کرتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ (کھیر) مریض کے دل کو فرحت بخشتی ہے اور اس کا کچھ غم دور کر دیتی ہے۔ (بخاری، کتاب الطب، باب التلبینۃ للمریض)

کھجور: پھر کھجور کے بارے میں فرمایا کہ یہ بھی کھانی چاہیے۔ قولنج کو دور کرتا ہے۔ (کنزل العمال، کتاب الطب، الباب الاوّل۔ لفصل الاول التمر حدیث نمبر 28195)

گائے کا دودھ: غرض بے انتہا نسخے ہیں۔ فرمایا کہ گائے کا دودھ پینا چاہیے کیونکہ یہ دوا ہے اور اس کی چربی اور مکھن میں شفا ہے اور تمہیں اس کا گوشت کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے کہ اس کے گوشت میں ایک قسم کی بیماری ہے۔ (کنزل العمال۔ کتاب الطب، الباب الاوّل، الفصل الاول، اللبن حدیث نمبر 28210)

مخلوق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا محبت، پیار اور ہمدردی تھی۔ آپ ﷺ کا دل اس ہمدردی سے بھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ کس طرح میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤں۔ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں ہزار درود و سلام ہوں اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس اسوہ پر چلنے کی اور ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہم بھی اس کی مخلوق کی خدمت کی توفیق پا سکیں۔" (خطبات مسرور جلد سوم، صفحہ 245 – 248، خطبہ جمعہ 15 اپریل، 2005ء)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(فہمیدہ مسعود – مجلس اولنساکر)

میرے میاں سہیل مسعود ولد شیخ عطاربی صاحب (سابق زعیم انصار اللہ بلجیئم) 19 اگست 2020ء بروز بدھ بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی وفات ناروے میں Nannestad کے sykehjem میں ہوئی۔

آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا ماسٹر محمد عبد اللہ مقرب کے ذریعے آئی جن کو اپنے خاندان میں سے اکیلے بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ قیامِ ربوہ کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر فوراً لبّیک کہتے ہوئے دو کنال زمین کی قیمت کی ادائیگی کی لیکن درخواست کے گم ہونے کی وجہ سے آپ کے نام زمین الاٹ نہ ہو سکی۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ کے ارشاد پر میں نے سب سے پہلے لبّیک کہا تھا تو حضورؓ نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ قصرِ خلافت نئی جگہ منتقل ہونے کے بعد پرانے قصرِ خلافت کی جگہ آپ کے نام الاٹ کر دی جائے گی اور اس طرح وعدے کے مطابق آپ کے دادا کو پرانے قصرِ خلافت سے دو کنال کا پلاٹ الاٹ کر دیا گیا۔ آپ کا آبائی گھر یادگار حضرت اماں جان کے سامنے موجود ہے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر 55 سال تھی۔ 23 جون 2019ء کو اچانک گرنے کی وجہ سے ہسپتال لے جایا گیا جہاں مختلف چیک اپ کے بعد برین ٹیومر تشخیص ہوا۔ 11 جولائی کو دماغ کے آپریشن کے بعد ٹیومر 4 درجے کا کینسر تشخیص کیا گیا۔ ڈاکٹر نے اُن کو 12 سے 14 ماہ تک زندگی کا عرصہ بتایا جو کہ بہت حوصلے سے سنا اور بہت ہمّت اور بہادری سے پورا وقت بغیر کسی شکوے کے گزارا بلکہ ہمیں بھی ہر وقت تسلی دیتے اور حوصلہ کی تاکید کرتے رہے۔ ناروے آنے سے پہلے آپ کچھ دیر لندن میں رہے جہاں مسجد فضل کی ضیافت ٹیم کے ممبر ہونے کی حیثیت سے معاون ضیافت کی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ آپ کے انچارج افسر ہدایت اللہ بنگوی صاحب تھے۔ وہاں کام کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے قرب کے مواقع ملتے رہے اور بعض واقعات کو بہت محبت سے بیان کرتے تھے۔ 1986ء میں سٹوڈنٹ ویزے کی بنیاد پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی دعا سے آپ ناروے منتقل ہو گئے اور یہاں Bilmekaniker کی تین سالہ تعلیم حاصل کی لیکن Lærling نہ ملنے کی وجہ سے Fagbrev حاصل نہ کر سکے۔ پھر مختلف جگہوں پر کام کرنے کے بعد ٹیکسی ڈرائیونگ کو بطور پیشہ اختیار کیا۔

2001ء میں کچھ میری صحت کے مسائل اور کچھ یہ دلی خواہش تھی کہ اپنے بیٹے ہادی کو قرآن کریم حفظ کروایا جائے اور بچوں کو ربوہ کے دینی ماحول سے بھی کچھ روشناس کروایا جائے، ہم 6 سال تک پاکستان رہے۔ وہاں رہائش کے دوران انہوں نے کافی کوشش کر کے ایک سکول قائم کیا جس کی بنیاد غیر

تجارتی تھی۔ کم آمدنی والوں کے بچوں اور دوسرے ضرورت مند گھرانوں کی خاموش مدد کرنا آپ کی خاص خصوصیت تھی۔ بہن بھائیوں کے ساتھ پیار اور محبت کا غیر معمولی تعلق تھا۔ سب کے ساتھ محبت کا ایسا تعلق تھا کہ ہر ایک کو یہ محسوس ہوتا کہ ہمارے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔ وہ کبھی بھی اس بات کی خواہش نہ رکھتے کہ اُن کے کسی بھی اچھے کام کا کریڈٹ اُن ہی کو ملے بلکہ اپنے کیے ہوئے کاموں کو اپنے کسی بہن بھائی کے نام سے منسوب کر دیتے۔ اپنے والدین کے بہت فرمانبردار بیٹے تھے۔ ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے اپنے والد صاحب سے ضرور مشورہ کرتے اور اُن کی اجازت اور دعا سے کام شروع کرتے حالانکہ وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتے تھے۔ شکر گزاری کا جذبہ اس قدر تھا کہ کسی کا تھوڑا سا بھی احساس کرنے پر اُس کے بہت شکر گزار رہتے اور بار بار ہمارے سامنے بھی اُس کا تذکرہ کرتے رہتے۔ ہر ایک کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھتے اور بھرپور سلجھانے کی کوشش بھی کرتے۔

اپنی زندگی کے آخری چھ ماہ کے سوا انہوں نے جمعہ کی نماز کی ادائیگی بہت باقاعدگی سے پوری زندگی کی۔ جمعہ کی نماز سے پہلے گھر آتے، تیار ہوتے اور پھر جمعہ کے لئے مجھے ساتھ لے کر جاتے اور اکثر مذاق کرتے کہ جب تیار ہونے کے لیے گھر آتا ہوں تو کسی نہ کسی سواری کا ضرور میسج آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ میری آزمائش کرتا رہتا ہے۔ جمعہ کی سیکیورٹی کی ذمہ داری اکثر لے لیتے حالانکہ اُن کو اس ڈیوٹی کی وجہ سے اپنا کام جلد ختم کرنا پڑتا اور مجھے بہت جلدی گھر سے جانا پڑتا۔ رمضان المبارک میں مسجد میں نماز تراویح پر پورا ماہ باقاعدگی سے لے کر جاتے اور اس وجہ سے پورا ماہ ان کی جاب کافی کم رہتی۔

اچھے کھانوں اور خاص طور پر گوشت والے کھانوں کے بہت شوقین تھے لیکن میری وجہ سے ہمیشہ سبزی زیادہ کھانا پڑتی اور کبھی اس بات کی شکایت نہ کرتے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالا بلکہ بلا مبالغہ ہر لقمے کے بعد کھانے کی تعریف کرتے۔ میرے جماعتی کاموں میں بہت معاون اور مددگار رہے۔ خواہ رات کی ڈیوٹی کی ہوتی لیکن مجھے صبح مسجد چھوڑنے جاتے اور ساتھ خود ہی کہہ دیتے کہ اگر کسی اور نے بھی جانا ہے تو پوچھ لو۔ اپنی بیماری کے دوران بھی مجھے چھٹی لینے سے منع کیا اور ساتھ ہی تاکید کی کہ جس طرح کام کر رہی تھی اُسی طرح کرتی رہو۔ اُن کی پوری کوشش رہی کہ اس تکلیف کے وقت میں ہم ایک نارمل زندگی گزاریں۔

آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ دینی علم والے کے ساتھ بیٹھتے تو ہر ایک نکتے پر اس سے بات کر سکتے تھے اسی طرح کسی بھی قسم کے دنیاوی علم والے کے ساتھ اس کے بارے میں بات کر سکتے تھے۔

خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ ہر سال جلسہ پر ضرور لے کر جاتے۔ آپ نے اطفال کی عمر سے ہی مختلف جماعتی ذمہ داریاں ادا کیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ کی بعض ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ان کی حسنِ کارکردگی کے سرٹیفکیٹ ہمیں اب ان کے کاغذات سے ملے ہیں جن کا کبھی خود سے تذکرہ نہیں کیا تھا۔ یہاں ناروے میں بھی مختلف اوقات میں بحیثیت زعیم انصاراللہ، کارکن مجلس خدام الاحمدیہ و جلسہ سالانہ خدمت کی توفیق پائی۔ غیر احمدی احباب کے ساتھ وسیع میل جول تھا اور آخری وقت تک سوشل میڈیا پر تبلیغ اور جماعت کے بارے میں جو غلط فہمیاں غیر از جماعت رکھتے تھے اُن کی تصحیح کرتے رہے۔ اپنی وفات سے دس دن پہلے جب ہم اُن سے ملنے sykehjem گئے تو پوری راہداری میں اُن کی پرجوش آواز گونج رہی تھی اور وہ قرآن کی رُو سے وفاتِ مسیح کو ثابت کر رہے تھے۔ اُن کے اس جوش کو دیکھ کر ہم بہت فکرمند بھی رہتے کیونکہ ڈاکٹر کی ہدایت تھی کہ ان کا دماغ تھکنے نہ پائے کیونکہ جیسے ہی اُن کا دماغ تھکتا تھا، انہیں Epilepsi کا حملہ ہو جاتا تھا۔

سہیل کی صحت اور درازیٔ عمر کے لیے خاندان کے علاوہ جس کے ساتھ میرا معمولی سا بھی تعلق تھا اور چاہے وہ جس ملک میں بھی تھا، دعائیں کر رہا تھا۔ اسی طرح ناروے کا تقریباً ہر گھر دعا گو تھا بلکہ بعض ممبرات عمرہ کے لئے گئیں تو ایک باجی نے مجھے کہا فہمیدہ سہیل بھائی نے ٹھیک ہو جانا ہے، میں نے تمہارے لیے طواف کیا ہے۔ اُن کی اس بات سے میرا یقین اور پختہ ہو گیا کہ ڈاکٹرز کا کہنا غلط ہو جائے گا اور میں سہیل سے اکثر ہر ایک کا ذکر کر کے کہتی کہ آپ

کتنے خوش قسمت ہیں، ایک دنیا آپ کے لیے دعا کر رہی ہے اور آپ ڈاکٹروں پر یقین کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میری اس بات پر وہ بہت حسرت سے مجھے دیکھتے لیکن کہتے کچھ نہیں تھے۔ میرے اسی یقین کی وجہ سے ڈاکٹر کا دیا ہوا وقت جیسے ہی قریب آیا انہوں نے میرے علم میں لائے بغیر مربّی صاحب اور امیر صاحب کے نام sykehjem میں رجسٹر کروا دیئے، یہ کہہ کر کہ شائد میری وفات سے میری بیوی صدمے کی وجہ سے کچھ نہ سمجھ سکے تو ڈھارس اور میری آخری رسومات کے لئے ان دونوں صاحبان کو فون کر کے بلا لیں۔ وفات سے ایک ماہ پہلے مجھے ذہنی طور پر تیار کرنے کے لیے اپنی وفات کا مذاق کے رنگ میں معمولی ساذکر کر دیا کرتے تھے اور میں ہمیشہ اس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتی کہ سہیل میں نے تو 25 سال آپ کی اُنگلی پکڑ کر وقت گزارا ہے، مجھے تو اکیلے کچھ نہیں کرنا آتا تو آپ ہمیشہ ہاتھ اُوپر کر کے کہتے خدا ہے نا! اور اُن کا شاید خدا پر یہی توکل تھا کہ اُن کے جانے کے بعد جو بھی مسئلہ سامنے آیا خدا نے بغیر کسی کی مدد کے معجزانہ طور پر اُس کی راہ سجھا دی۔ 4 مئی 11 رمضان المبارک کو چلتے چلتے ایسا گرے کے بالکل مفلوج ہو گئے لیکن اُس حالت میں بھی ہماری فکر تھی۔ ایمبولینس کے آنے تک جو تھوڑا سا ہاتھ حرکت کرتا تھا اُس کو بمشکل ہمارے کندھوں پر لاتے تھے اور تھپکی دے کر حوصلہ دینے کی کوشش کرتے تھے۔ 4 مئی کو سہیل گھر سے ایسا رخصت ہوئے کہ پھر گھر واپس نہ آ سکے۔ 4 ماہ sykehjem میں بہت محتاجی کے گزارے لیکن مزاج میں ذرا بھی تلخی نہیں آئی۔ نرسز روز بتاتیں کہ جب ہم اس کا کام کرتے ہیں تو اتنا شکریہ ادا کرتا ہے کہ ہمیں یہ کہہ کر یہ ہماری ڈیوٹی ہے، اسے روکنا پڑتا ہے۔ سٹاف نے جب ہم سے تعزیت کی تو اُن کا کہنا تھا آج ہمارا ایک مریض نہیں گیا بلکہ ہمیں لگتا ہے ہمارا کوئی فیملی ممبر رخصت ہوا ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ سہیل اپنی خوش مزاجی اور اچھے رویّے کی وجہ سے ہمارے دلوں میں ہمیشہ رہے گا۔ وفات کے چند منٹ بعد ہی امیر صاحب sykehjem تشریف لائے اور ہم سب سے تعزیت کی اور اُسی وقت اجتماعی دعا کروائی۔ نمازِ جنازہ 22 اگست کو Alfaset gravlund میں ادا کی گئی اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔

بیماری کے پورے عرصے میں پیارے حضور کے ساتھ دعائیہ خطوط کا باقاعدہ سلسلہ رہا اور حضور کے جوابی خطوط سے ڈھارس اور

ہمت بندھی رہی۔ آپ کی وفات پر مجھے حضور کی طرف سے بہت دعاؤں والا تعزیتی خط بھی موصول ہوا۔ 29 جولائی 2021ء کو حضور نے مکرم شفیق احمد صاحب کی نمازہ جنازہ حاضر کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

سہیل جذباتی طور پر اپنی امی کے بہت قریب تھے بلکہ رازدار بیٹے تھے اور سب سے پہلے وہی اپنی والدہ کے پاس گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے، اپنے پیاروں کا قرب عطا فرمائے، ہم سب کو صبر عطا کرے اور بچوں سے وابستہ اُن کی ہر خواہش کو پورا کر دے۔ آمین

السلام علیکم اور السلام و علیکم میں فرق

السلام علیکم: کا مطلب ہے تم پر سلامتی ہو۔ (لکھتے ہوئے ایسے لکھنا ہے)

السلام و علیکم: کا مطلب ہے سلامتی ہو اور تم پر۔ (ایسے لکھنا غلط ہے)

دعائیہ اعلانات

- اشاعت ٹیم کی تمام ممبرات کی صحت و سلامتی اور لجنہ گروپ اے کی بچیوں، واقفات اور ناصرات کی دینی و دنیاوی کامیابیوں اور نیک نصیب کے لیے درخواستِ دعا ہے۔
- محترمہ نصرت ادریس صاحبہ اپنی پہلی پوتی جس کا نام حضور انور نے عمائزہ جویریہ طاہر رکھا ہے کی صحت و سلامتی، نیک اور خادم دین ہونے نیز اپنے بیٹوں کے لیے بھی جماعت کے لیے سلطان نصیر بننے کے لیے خاص درخواست دعا کرتی ہیں۔
- محترمہ سلطانہ قدوس صاحبہ اپنے بیٹوں کی صحت و سلامتی، خادم دین ہونے اور اپنے شوہر کی صحت اور لمبی زندگی کی دعا کی درخواست کرتی ہیں ۔
- محترمہ شمیم اختر صاحبہ اپنی بچیوں ،عاطقہ،سدرہ،عمرانہ،اور اپنے بیٹے احمد کے لیے صحت اور لمبی زندگی اور پڑھائی میں کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔
- محترمہ سرور مبارک اپنی بیٹی فارعہ انور کی میڈسن کی پڑھائی مکمل اور کامیاب ہونے پر نیز اپنے بیٹے عدنان احمد انور اور رضوان احمد انور کے نیک نصیب ہونے اور بیٹی فیضہ خاں ان سب کو خادم دین اور جماعت کا سلطان نصیر بننے کی دعا کی درخواست کرتی ہیں۔
- محترمہ فہمیدہ سہیل صاحبہ اپنے بچوں عزیزم عبد الہادی مسعود کی بطور مربی سلسلہ تقرری، عزیزم شکیل مسعود شیخ کے بیچلر فارغ کرنے اور عزیزم عدیل مسعود شیخ کے یونیورسٹی داخلہ ملنے پر سب کی کامیابیوں اور ان کے نیک اور خادم دین ہونے کے لیے درخواست دعا کرتی ہیں۔
- محترمہ آسیہ منصور صاحبہ نیا گھر لینے پہ درخواستِ دعا کرتی ہیں کہ یہ گھر ان کے لیے ہر لحاظ سے بابرکت، پُر سکون اور خوشیوں سے بھرپور ہو۔ آمین
- محترمہ طاہرہ افتخار صاحبہ اپنی اپنے شوہر اور بچوں کی صحت و سلامتی، اُن کی دین و دنیا کی ترقیات کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں اور ماشاءاللہ اپنے دوسرے نواسے دانیال کی پیدائش پہ دعا کی طالب ہیں اللہ پاک نومولود کو سلامتی سے رکھے اور نیک و صالح بنائے۔ آمین
- محترمہ شازیہ مبارک صاحبہ اپنی اور اپنے شوہر و بچوں کی صحت و سلامتی کے لیے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔
- محترمہ امتہ الصبور صاحبہ اپنے شوہر اپنے بچوں اور اپنی صحت و سلامتی اور اپنی نند مرحومہ نصرت جہاں آرا صاحبہ کے درجات کی بلندی اور ان کے بچوں کا اللہ پاک ہر طرح سے حامی و ناصر ہو، کے لیے دعا کی درخواستِ کرتی ہیں۔
- محترمہ آمنہ داؤد صاحبہ اپنی اپنے شوہر اور بچوں اور اپنے نواسوں اور پوتوں کی سلامتی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔
- محترمہ ناصرہ ثانی صاحبہ اپنے شوہر اپنے بچوں اور اپنی صحت و سلامتی اور اپنی بہن منصورہ، ساکن سویڈن کے بیٹے کے پہلے بچے دامیان نبیل ظفر کی پیدائش پہ درخواستِ دعا کرتی ہیں اللہ پاک نومولود کو صحت و سلامتی سے رکھے اور نیک اور صالح بنائے۔ آمین
- محترمہ عامرہ صاحبہ اپنی، اپنے شوہر اور بچوں کے لیے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔
- محترمہ شمائلہ ظہیر صاحبہ اپنے کچھ عرصہ کے لیے پاکستان شفٹ ہونے کے لیے دعا کی طالب ہیں اللہ پاک ان کا جانا بابرکت کرے اور ان کی تمام پریشانیاں اور مشکلات آسان کرے اور محترمہ آصفہ صاحبہ اپنی، اپنے شوہر اور بچوں کی صحت و سلامتی کے لے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔
- محترمہ رفعت نعیم صاحبہ اپنی مرحومہ والدہ صاحبہ کے درجات کی بلندی ان کی رحلت کے صدمے کو صبر سے برداشت کرنے کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔
- محترمہ نسیم مظفر صاحبہ اپنی، اپنے شوہر اور بچوں کی سلامتی کے لیے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔
- محترمہ امتہ النور منعم صاحبہ اپنی فیملی کے لیے اور اپنی جماعت کی ذمہ داری مزید احسن طریق پہ انجام دینے کی توفیق پانے کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔
- محترمہ امتہ المنان ندیم اپنی اور اپنے شوہر اور بچوں کی صحت سلامتی ہر شر سے محفوظ رہنے کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہے۔

ناصرات کارنر

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًاؕ (المزمل:5)

اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔

یاد رکھنے کی باتیں

بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے۔اس امر کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ خدا کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

قرآن جواہرات کی تھیلی ہے

(سیرت راحیل اور عافیہ احمد مجلس للیسٹر وم)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں قرآن جواہرات کی تھیلی ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہیں۔
(ملفوظات جلد 2صفحہ 344)

تلاوت قرآن کریم افضل ترین عبادت میں سے ہے حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

” میری امت کی سب سے افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے۔“

قرآن کریم جس طرح زمین پر پسندیدہ کتاب ہے اُس سے بڑھ کر اُسے آسمان پر پذیرائی حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ خود اللہ جلّ شانہ کو اچھی آواز میں اس بابرکت کلام کا سننا بہت محبوب ہے۔

قرآن کریم میں انسان کی روحانی اور اخلاقی کامیابی کا تمام سامان موجود ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم ہی سے مدد اور راہ نمائی لی جائے اور اسوۂ رسول کی روشنی میں قدم آگے بڑھایا جائے۔

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

" قرآن کریم نے کھول کر بتادیا کہ یہ کوئی مشکل نہیں ہے یہ بڑی آسان کتاب ہے بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنی اصلاح چاہتا ہے، ہدایت کے راستے تلاش کرنا چاہتا ہے، وہ نیک ہو کر، پاک دل ہو کر اس کو پڑھے اور اپنی عقل کے مطابق اس پر غور کرے، اپنی زندگی کو اس کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔بہر حال ایک احمدی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس نے قرآن کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے اور غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھر خلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کے مطابق سمجھنا چاہیے پھر اس پر عمل کرنا ہے تب ہی ان لوگوں میں شمار ہو سکیں گے جن کے لیے یہ کتاب ہدایت کا باعث ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

" قیامت کے دن روزہ اور قرآن دونوں بندے کے لیے شفاعت کریں گے۔روزہ کہے گا اے میرے ربّ ! میں نے اس شخص کو دن کے وقت کھانے پینے اور دوسری نفسانی خواہشات سے روکے رکھا پس تو اس شخص سے متعلق میری شفاعت قبول فرما قرآن کہے گا اے میرے ربّ میں نے اس شخص کو رات کے وقت جگائے رکھا پس اس کے متعلق میری شفاعت قبول فرما۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے قرآن پاک دلوں کو پاک کرتا ہے۔ قرآن پاک پڑھنے سے راہنمائی ملتی ہے۔ خدا اور اس کے رسول کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہمیں خدا نے قرآن پاک میں جو علم دیا ہے اسے حاصل کرنے کے لیے قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے اس کی روزانہ تلاوت کرنی چاہیے رمضان میں چونکہ ہم ہر نیکی کو بڑھا کر خدا کے قریب ہونا چاہتے ہیں اور قرآن کا کم از کم ایک دور مکمل کرنا چاہیے اور اس کا بہت ثواب ہے دل سکون پاتے ہیں میری دعا ہے کہ ہر احمدی قرآن کا عاشق ہو اور اس کی باقاعدہ غور و فکر سے تلاوت کرے ور اپنی زندگیوں کو قرآن کی تعلیم کے مطابق گزارے۔ آمین قرآن کو سیکھنے کے لیے ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کی صورت میں فضل کیا ہے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خدا کے اس احسان کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

غصہ آئے تو کیسے کنٹرول کرنا چاہیے؟

(ملائکہ ملک مجلس اورے رو میریکے)

غصہ کرنا بہت گندی بات ہے جب انسان غصہ کرتا ہے تو ایسی بات کہہ دیتا ہے کہ بعد میں اس پر شرمندہ ہوتا ہے۔ غصہ کرنا شیطان کا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

حدیث میں بھی آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی انسان کو غصہ آجائے تو وہ اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ غصہ کے وقت خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہیں غصہ آئے تو خاموش ہو جاؤ آپ ﷺ نے اس بات کی تاکید کرتے ہوئے تین بار یہی بات فرمائی۔ تلاوت کرنے یا سننے سے بھی غصہ ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ ایک دن حضرت محمد ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔ راستہ میں کسی نے پوچھا کہ آپ کہا کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ محمد ﷺ کو قتل کرنے۔ اس شخص نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لیں آپ کے بہن اور بہنوئی مسلمان ہوگئے ہیں آپ کو بہت غصہ آیا۔ آپ اپنی بہن کے گھر گئے اور اس کو تھپڑ مارا جب وہ قران پڑھ رہی تھی۔ آپ کی بہن نے کہا کہ اگر آپ ہمیں جان سے بھی ماردیں گے تب بھی ہم اسلام کو نہیں چھوڑے گے۔ اس کا آپ کے دل پر بڑا اثر ہوا اور کہا کہ مجھے بھی سناؤ جو آپ پڑھ رہی تھیں۔ آپ کی بہن نے کہا پہلے آپ وضو کرلیں یا نہالیں پھر آپ کو سناؤں گی۔ آپ واپس آئے تو آپ کی بہن نے آپ کو قران کی آیات پڑھ کر سنائیں اور تلاوت سننے کے بعد آپ کا غصہ اور ناراضگی ختم ہوگئی۔ پھر آپ حضرت محمد ﷺ کے پاس گئے اور اسلام قبول کرلیا۔

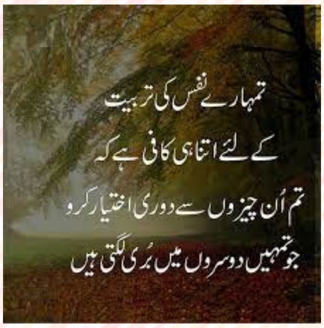

لطیفے

دادا جان۔ بیٹا وہ دیکھو تمہاری ٹیچر آرہی ہے۔
بہتر ہے کہ تم چھپ جاؤ! تم آج سکول سے غیر حاضر ہو۔
پوتا۔ دادا جان مجھے نہیں آپ کو چھپنا ہے
کیونکہ میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ فوت ہوگئے ہیں۔

استاد: کوہ ہمالیہ کہاں واقع ہے؟۔
شاگرد: مجھے نہیں معلوم۔
استاد غصے سے: بنچ پر کھڑے ہو جاؤ۔
شاگرد: کیا بنچ پر کھڑے ہونے سے کوہ ہمالیہ نظر آ جائے گا؟۔

الفاظ تلاش کریں اور ان کے گرد دائرہ لگائیں اور کوئی سے چار الفاظ کے جملے بنائیں۔

د	ر	خ	ت	چ	ہ
ا	و	ن	چ	ا	م
ص	ش	پ	ذ	د	ا
ط	ن	ض	ہ	ر	ر
ش	ی	ز	و	ر	آ

Skole og Ramadan

Manal Waseem

Jeg fastet ikke på skoledager for jeg syns det er litt vanskelig med gym. På skolen, gjennom ramadan, syns jeg nok jeg var ekstra snill og hjelpsom. Jeg er det til vanlig også, og prøver å fortsette med det. Jeg prøvde å gjøre mitt beste for å be alle bønnene på riktig tid, men skole kom litt i veien som gjorde at noen av bønnene ikke ble bedt til riktig tid. Jeg ba dem når jeg kom hjem. Noe ramadan måneden hjelper ekstra godt med er å ha en fast rutine av å be alle bønnene. Jeg tenkte også mer på hvordan de fattige i verden har det. Skoledagene kan også bli slitsomme for mange som faster, jeg selv prøvde et par ganger og følte hvor vanskelig det var. Men så tenkte jeg på at de fattige som ikke har mat går jo uten mat hver dag, og slik klarte jeg å holde ut litt til.

Finn veien ut av labyrinten:

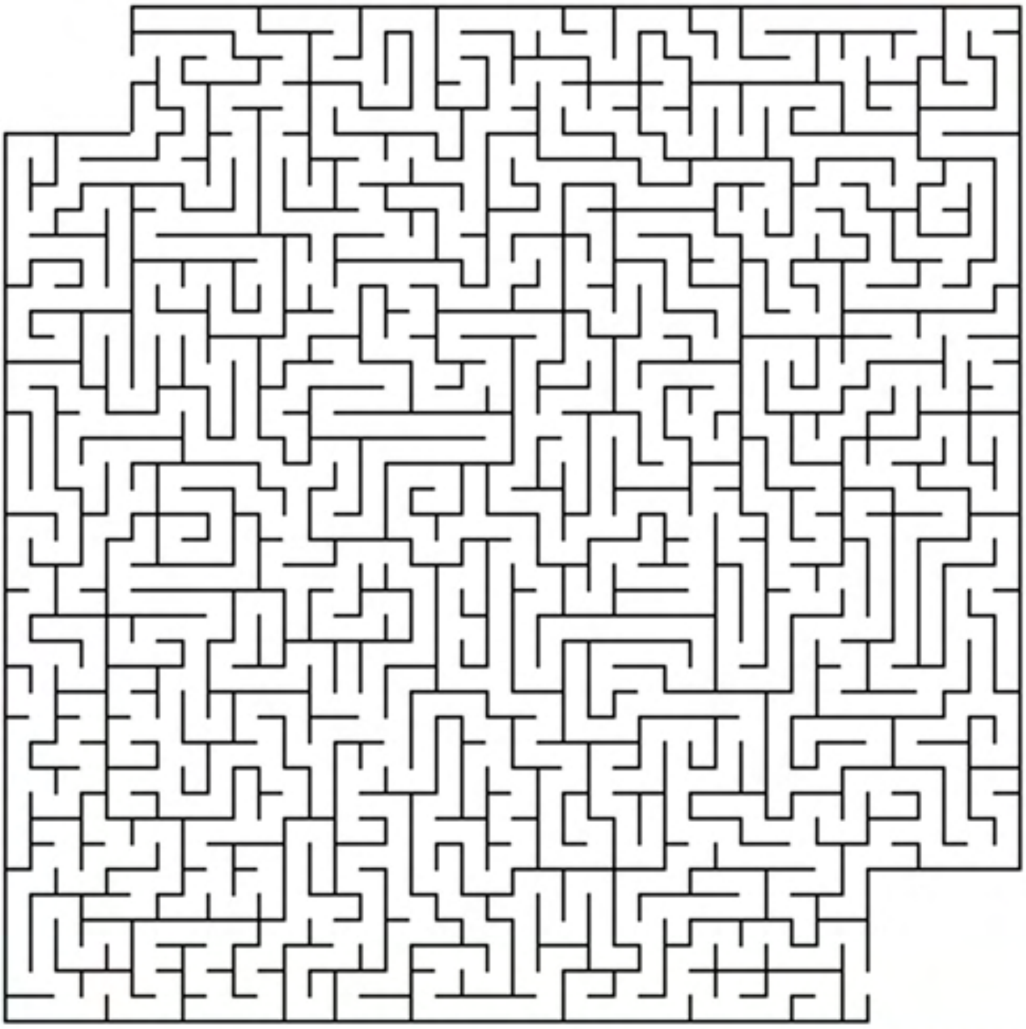

Mine erfaringer ved ramadan

Skrevet av Manha Malik

Jeg skal skrive litt om mine erfaringer i denne ramadan måneden.

I år kom ramadan, mens skolen var i full gang, så jeg fikk ikke faste. Dagene våre er lange på skolen og i tillegg har vi hatt en del vurderinger, så med samtykke av mine foreldre fastet jeg ikke. Jeg prøvde i helgene, men fikk ikke til det heller. Hjemme hos oss var det ikke mange som holdt faste, på grunn av forskjellige årsaker, men vi gjorde alltid det klart for sehri. Vi ba de fem daglige bønnene og utenom fajar, ba vi resten av bønnene i forsamling. Vi ba også tarawih-bønnen. Det ble travelt iblant, men vi alltid leste 8 rak'at og hørte på dars i tillegg.

Av Nasirat-ul-Ahmadiyya fikk jeg som mål å lese hele Koranen minst en gang i løpet av måneden. Jeg prøvde hardt, men siden jeg hadde en del prøver og fagene var avgangsfag, så jeg måtte bruke en del tid på dem. Jeg fikk likevel lest 22 kapitler. I år ble ikke ramadan måneden slik jeg hadde tenkt. Det var flere mål jeg hadde satt opp for meg selv, som jeg egentlig også kunne ha klart hvis jeg hadde organisert tiden min bedre. InshaAllah, skal jeg være flinkere neste år. Måtte Allah hjelpe meg med det. Amen.

Sudoku Utfordring:

5	3			7				
6			1	9	5			
	9	8					6	
8				6				3
4			8		3			1
7				2				6
	6					2	8	
			4	1	9			5
				8			7	9

som fungerer optimalt, vi bor i et land med mye frihet, vi har et tak over hodet, vi har foreldre som passer på oss og våre behov. Det er jo Allah som har gitt oss alt dette, så bør vi ikke vise vår takknemlighet?

Det er ikke Gud som trenger våre bønner, men vi som trenger det. Salat hjelper oss å bli kvitt synder, det gjør oss nærmere skaperen vår og renser oss gradvis. For en sann troende er å be namaz den eneste måten å fjerne åndelig korrosjon på. Profeten Muhammad[sa] har forklart dette slik i en hadith: "Hvis det var en elv ved en persons dør og han tok et bad i den fem ganger om dagen, kan du tro at noe skitt ville være igjen på kroppen hans?" Hans følgesvenner svarte: "Å Guds profet, ikke noe spor av skitt ville være igjen." På dette sa Den hellige Profeten[sa] at: "Slik er også lignelsen om de fem bønnene; Allah fjerner synder og eliminerer svakheter gjennom dem." Det betyr at det ikke er igjen spor av skitt på sjelen til en person som ber de fem daglige bønner.

Den utlovede Messias[as] har sagt at: "Allah, Den allmektige, sier at Salat holder en person bort fra onde gjerninger." Til tross for det merker vi, og det blir stilt spørsmål om at folk driver med dårlig oppførsel, selv om de ber. Ifølge Den utlovede Messias[as] er svaret på dette slik: "De ber ikke bønnen med ånd og sannferdighet. I stedet utfører de bare fysiske bevegelsene i Salat som en skikk eller som en vane." Så, vi bør alltid huske at siden Allah sier at bønn redder oss fra onde gjerninger, så må det være sant. De som fremdeles gjør onde gjerninger til tross for at de ber, er deres bønner overfladiske og de forstår ikke bønnens ånd. Hver og en av oss bør granske oss og vurdere hvor vi står i forhold til dette.

En muslim tar den åndelige siden av livet like seriøst som en verdslig person tar den materielle siden av det. Slik som oksygen og mat er avgjørende for det fysiske livet, på samme måte er det ikke mulig å overleve åndelig uten å tilbe Salat regelmessig. Må Allah hjelpe oss med å be de fem daglige bønnene på riktig måte.

Nasrats hjørne

Allahs attributter

Skrevet av Asia Yousuf

En av Allahs attributter er *Al-Haqq* som betyr 'sannheten'. Allah er ikke kun sannheten, men Han er den eneste sannheten. Alt det som Allah sier i Koranen er sant. I sura Al-Baqarah blir Al-Wāli nevnt, som er en annen attributt til Allah (vers 258). Al-Wāli betyr 'Den sanne vennen' og i verset står det at Allah er de troendes venn.

Viktigheten av namaz

Skrevet av Manha Malik

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

"Og Jeg har ikke skapt djinner og mennesker for annet enn at de skal tilbe meg." (51:57)

Hensikten med menneskets skapelse, ifølge islam, er å tilbe Gud. Selve ordet islam betyr underkastelse. Tilbedelse betyr total lydighet overfor Allah, og måten å tilbe på er ved å utføre namaz. Islam har fem grunnleggende plikter som en muslim må utføre, disse er kjent som våre grunnpilarer. De fem pilarene består av *trosbekjennelsen*, *bønn*, *fasten*, *almisse* og *pilegrimsreise*. Bønn er den andre søylen og den som blir lagt stor vekt på, fordi en muslim er pålagt å be fem ganger i løpet av en dag.

Bønn er den eneste måten vi mennesker kan kommunisere med vår skaper, Allah. Gjennom bønn kan vi snakke med Allah og be om våre behov, Hans barmhjertighet og tilgivelse. Vi kan også be for andre, for eksempel hvis noen har det vanskelig. Ved å be fem ganger gjennom dagen, på forskjellige tidspunkt, husker vi på Allah og takker for alt Han har gitt oss. Vi har en kropp

Amerikansk eplepai

Mehreen Hayat

Eplefyll

10 stk epler, store, syrlige og gjerne norske

200 g sukker, gjerne halvparten hvitt og brunt

Sitron skall og saft

1 stk vaniljestang, splittet på langs

1 ts kanel

Mørdeig

250 g smør, kaldt i terninger

350 g hvetemel

80 g sukker

1 stk eggeplomme, spar eggehvitene

2 ss vann, kaldt

Til pensling og dryss

1 stk eggehvite

Demeraresukker, evt. Perlesukker eller sukker

Slik lager du amerikansk eplepai

Skrell og skjør eplene i skiver eller jevne biter. Bland epler, sitronskall, sitronsaft, vanilje og kanel i en kasserolle. Kok eplene over middel varme til det meste av væsken har fordampet og eplene er helt møre, ca. 30 minutter. Over i en sil og la det få dryppe av seg.

Kjør smør, mel og sukker i en hurtigmikser til smøret er finfordelt i melet. Tilsett eggeplommene og vann. Kjør videre til deigen begynner å samle seg (deigen bør ikke kjøres for mye). Hell deigen ut på en bakebenk og kna den raskt sammen til en smidig deig. Del deigen i to jevne deler, rull hver del til en bolle som du klemmer flat. Pakk deigene i plastfilm og la de hvile i kjøleskapet i minst 30 minutter.

Bruk en 22 cm spring form og kle den med bakepapir. Kjevl ut den ene deigen til en rund leiv og kle formen med deigen. Pass på at bunn og sider er godt dekket. Hell i eplefyllet og fordel det jevnt utover. Kjevl ut den andre deigen til et lokk. Legg lokket over eplefyllet og press kantene godt sammen. Pensle overflaten med eggehvite og dryss over et tynt lag av sukker.

Lag noen små snitt i lokket og stek paien ved 190 grader i ca. 50 minutter til overflaten er gyllen og sprø. Server paien lun med pisker krem, is eller vaniljesaus.

Kilde:

https://www.godt.no/oppskrift/1963/amerikansk-eplepai

Planleggingen av denne konstruksjonen er fortsatt et mysterium blant forskere. Den ble bygget ved hjelp av mer enn to millioner steinblokker, som kunne veie et sted mellom 2 og 15 tonn hver, og høyden opprinnelig lå på 146 meter, men grunnet erosjon så er den idag på 138 meter. Opprinnelig var denne pyramiden, samt de andre pyramidene i Egypt dekorert med refleksive, hvite kalksteiner, der refleksjonen av dette kunne bli sett fra lang avstand.

Pyramiden var ikke bare regnet som en gravkammer, men også et sted for regenerering av den avdøde kongen. De ble bygget for religiøse hensikter. Oldtidens egyptere var blant de første sivilisasjonene til å tro på livet etter døden, der rikhet i livet på jorda representerte et luksuriøst etterliv. Dermed ble faraoene gravlagt i storslåtte gravkamre, med kroppen mumifisert for å bevare kroppens natur, siden denne kroppen skulle bli brukt av faraoene i etterlivet. Selve gravleggingen var også en omfattende seremoni. Mumien ble først lagt i en trekiste. Trekisten ble plassert i en stor kiste av stein, som ble kalt for sarkofag. Sarkofagen ble til slutt dekket til med et tungt lokk av granitt. Resten av gravkammeret fylte de med gjenstander som kongen brukte mens han levde, og som de mente var nødvendige for ham å ta med seg i livet etter døden. Det ble lagt gull, smykker og andre kostbare gjenstander i gravkammeret, men også tøy, møbler, kjæledyr og våpen fra faraoens hjem. Etter en aller siste seremoni med velsignelser, gled tunge, store dører av granitt ned, en etter en, og sperret adgangen fra tunnelen inn til gravkammeret.

I nærheten av pyramidene i Giza, står også den berømte sfinxen. Sfinxen er et bilde av farao Khefre med løvekropp. Farao Khefre levde omkring år 2600 f. Kr. Den kraftige løvekroppen skulle vise at det ikke var mulig å seire over ham. Løven ble sett på som et dyr skapt av solguden. Det understreket også måten folket så på kongen som sønn av solguden Ra. Styrken til løven var også en sammenligning med kongens store makt. Sfinxen, som viser vei til kong Kheops pyramide, er 57 m lang.

Kilder

- **National Geographic. (2015, 30.Juli). Pyramids of Giza. Hentet fra: https://www.nationalgeographic.com/history/article/giza-pyramids**
- **Wikipedia. (2021, 19. Mars). Egyptian Pyramids. Hentet fra: https://en.wikipedia.org/wiki/Egyptian_pyramids**
- **History. (2019, 30 september). Egyptian Pyramids. Hentet fra: https://www.history.com/topics/ancient-history/the-egyptian-pyramids**
- **Wikipedia. (2021, 7. April). Great Pyramid of Giza. Hentet fra: https://en.wikipedia.org/wiki/Great_Pyramid_of_Giza**

Pyramidene i Egypt

Komal Neda Sajid

Konstruert under en tid der Egypt ble regnet som en av de rikeste og mektigste sivilisasjonene i verden, er pyramidene i Egypt, spesielt i Giza, regnet som noen av de mest imponerende menneskeskapte strukturene i historien. Den store pyramiden i Giza, eller Kheopspyramiden som den også er kjent som, er den eldste og siste gjenværende strukturen fra antikkens syv underverker.

Pyramidene i Egypt var gravanlegg for konger og deres følge i det gamle Egypt som ble bygget fra cirka år 2600-1600 f.v.t. Per dags dato er det anslått at det finnes 138 slike strukturer i Egypt. Oppbyggingen er antatt å representere oldtidens egypternes forestilling om jordens skapelse, samt at denne byggemetoden gir strukturen mest stabilitet. Denne strukturen utviklet seg over en lenger tid, da de tidligste forløperne til pyramidene var rektangulære. Disse pyramidene var et byggeprosjekt for alle egyptere i oldtidens Egypt. Landsmennene ble ansatt til å utføre jobben som strakk seg over flere generasjoner.

Folket i det gamle Egypt drev for det meste med landbruk på små jordstykker langs elven Nilen. Noen dyrket hvete, grønnsaker og frukttrær på markene sine, mens andre holdt dyr. Dette arbeidet holdt de på med 8-9 måneder i året. I sommermånedene steg Nilen, noe som førte til store oversvømmelser utover markene til bøndene. De kunne derfor ikke drive jordbruk om sommeren. Dermed hadde mennene flere måneder fri til å bygge pyramider. Pyramide-byggingen var et pliktarbeid, men de syntes selv at det var en ære å få bygge gravkammeret til kongen i landet.

Den begavede arkitekten, Imhotep, tegnet den aller første pyramiden. Pyramiden ble bygd som gravsted for kong Djoser rundt år 2630 f. Kr. Pyramiden ble bygd på seks avsatser, som en "trapp opp til himmelen", og kalles derfor for ‘Trappetrinnspyramiden’. Noen av faraoene som kom etter kong Djoser, bygde også liknende trappetrinnspyramider. Tanken var at den avdøde kongen skulle klare å klatre opp til solguden Ra.

Ifølge egyptologer var Kheopspyramiden, som er beregnet til å være konstruert i perioden 2580-2560 f.vt. under det 4. dynastiet, bygget med den hensikten å være gravkammeret til faraoen Khufu. I over 4000 år var denne pyramiden ansett for å være den høyeste menneskeskapte konstruksjonen i verden, og er dermed den største, samt den eldste av det tre-pyramidekomplekset i Giza.

Omtanke for foreldre

Hudoor[aba] sa videre at det andre innlegget hadde følgende tema: Hvorfor er vi ahmadiyyamuslimer? Det gjelder å være oppmerksom på oppførselen man viser andre. Deres besteforeldre eller foreldre fikk muligheten til å tro og konvertere seg til dette trossamfunnet. De var standhaftige i sin tro uansett hvilke problemer de måtte stå ovenfor, det er viktig for dere å huske det.

Hudoor[aba] sa videre at: Det gjelder å følge eksempler til de menneskene Den hellige Profeten[sa] reformerte. Blant menneskene i Arabia, var det tyver, mordere og alkoholikere som forlot alle dårlige handlinger og vaner og implementerte sannhet i det de sa og i deres handlinger. Profeten[sa] sa at dersom folk ikke taler sannhet og lyver, betyr det at de ikke tror på Gud. De som lyver, er de som utøver *shirk* (avgudsdyrkelse). Gud sier at Han kan tilgi alle synder, unntatt *shirk*.

Markaz vil veilede dere om hva dere skal gjøre videre.

Hudoor[aba] sa at: Waqf-e-nau bør tenke dypt over hvordan de vil leve livet sitt og hvordan de skal spre budskapet til religionen. Det er mange av dere som ikke vil gå til Jama'ats skole, *Jamiah*, og vil utdanne dere i andre felt. Når dere er ferdige med utdanningen, skal dere informere Jama'at om dette selv og fortelle at dere har fullført utdanningen, og er klare for å følge Jama'atens instruksjoner. Etter det, vil Jama'ats hovedkvarteret gi dere instrukser om hva dere skal gjøre videre. Dersom noen ønsker å bli pilot, vil trossamfunnet få bruk for dem dersom det har fly til rådighet, men til dags dato er ikke det tilfelle og dermed ikke bruk for dette yrket.

Hudoor[aba] sa videre at: Enkelte waqf-e-nau folk sier at de vil drive virksomheter, men det er Khalifatul-Masih som avgjør om dere skal tjene trossamfunnet, eller jobbe med noe annet. Dere bør oppsøke tillatelse i alle stadier av deres liv. Trossamfunnet trenger folk med profesjoner innen medisin, ingeniør, media og oversettelse av forskjellige språk. Det vil gagne dere å velge en profesjon som Jama'at har behov for. Norske Waqf-e-nau bør ikke tenke at de nødvendigvis vil forbli i Norge. De vil bli sendt der Jama'at trenger dem. Det gjelder å alltid huske på dette.

Waqifat-e-nau Norge med Hudoor [aba]

28. September 2011

Waqf-e-nau bør evaluere seg selv angående bønn (salat)

Oversettelse av Shazia Sabahat Mirza

Hudoor[aba] sa følgende: Dere har valgt meget gode temaer. Først hadde dere en tale om viktigheten av bønn. Men, jeg har observert at folk holder taler/presentasjoner, og når det blir spurt hvem som faktisk ber alle fem daglige bønner, er det veldig få som faktisk gjør det. De blir late når det kommer til bønn. Plikten blir ikke oppfylt av å kun holde taler/presentasjoner. Det er viktig at Waqf-e-nau konstant evaluerer seg selv. Før dere sover, bør dere evaluere om dere har bedt de fem daglige bønner. Ved hjelp av dette vil dere få innsikt i hvilken grad dere overholder denne plikten.

Bønn distanserer oss fra dårlige vaner. Gud har sagt at man bør oppsøke Ham med renhet. Han kan se alt du sier og gjør. Dersom man ber med et rent hjerte og gode intensjoner, vil bønn distansere deg fra dårlige vaner/handlinger. Det vil gagne dere dersom dere holder avstand fra de handlinger som dere har blitt bedt om å holde unna. Det vil ikke være noe fordel av å kun høre på noen tale eller holde en tale/presentasjon en gang i året. De som er 10 år og eldre, er pliktige til å be. Dersom foreldre vekker barna sine for bønn, og de nøler, er dette feil.

Profeten[sa] var så godhjertet at han ikke klarte å se noen i smerte, men han var streng når det gjaldt bønn. Ved en anledning, sa Profeten[sa] angående folk som ikke kommer til moskeen for å be, at han ville få tak i ved og brenne husene deres. Selv på Profetens[sa] tid var det folk som ikke kom til moskeen, fordi de var opptatt med andre ting og gikk glipp av bønn. I dag har vi folk som går glipp av fajr-bønn, fordi de er våkne til sent på natten på grunn av TV-serier og internett.

Hudoor[aba] sa videre at: Dermed bør alle dere alltid huske at dere tilhører en spesiell gruppe. Foreldrene deres, har meldt dere inn som *waqf* før dere ble født, som en vakker gave til trossamfunnet, for å tjene trossamfunnet. De som er waqf følger Koranens lære. Dersom dere ikke utvikler en bevissthet og engasjement angående dette, er det ingen vits i å ha en tittel som Waqf-e-nau.

Kunnskap

Hun hadde en sans for observasjon og hadde en slags tørste etter å skaffe seg kunnskap. Hun har berettet mange utsagn av Den hellige Profeten[sa], og flere av dem er rapportert i Sahih al-Bukhari og Sahih Muslim.
Ved en anledning sa hun at:
"Jeg hørte Allahs profet si:" En bønn som blir bedt i denne moskeen (Masjid al-Nabawi) er bedre enn tusen bønner i noen annen moské, bortsett fra Haram moskeen. (Masjid al-Haram). " (Sunan al-Nasai, Hadith 2898)
Hun var mentor, lærer og veileder for de troende. Ved flere anledninger forklarte hun dem de kompliserte utsagn av Den hellige profeten[sa] og formidlet hennes kunnskap til fordel for mennesker.

Bortgang

Hadrat Memunah[ra] døde 82 år gammel, fem år etter at Profeten[sa] døde.
Da hun ble syk før hennes bortgang, innså hun at tiden nærmet seg raskt. Hun ba om å bli ført til samme sted, Sarif, der hun første gang hadde møtt Den hellige Profeten[sa] for ekteskap. Det er her hun gikk bort også. Begravelsen hennes ble ledet av hennes nevø, Hadrat Ibn Abbas[ra].
Hadrat Aishah[ra] snakket veldig høyt om henne. Hun skal ha sagt:
"Memunah[ra] har forlatt denne verdenen ... Ved Gud! Hun var den mest fromme av oss alle og den mest hengivne mot sine slektninger." (Al-Saba, bind 8, (Under Memunah bint al-Haris))

Kilde: https://www.alhakam.org/hazrat-maymunah-bint-al-haris/

Hadrat Memunah bint al-Haris[ra]

Komal Shahryar

Familie

Hadrat Memunah[ra] stammet fra en prestisjetung og edel familie. Hennes far var Haris ibn Hazn og tilhørte Hilal-stammen i Mekka. Moren hennes, Hind bint Auf[ra], er av en rekke historikere blitt betegnet som "den edleste svigermor på jorden". Dette var på grunn av det faktum at hun var svigermor til mange av følgesvennene til Den hellige Profeten[sa].

Før Hadrat Memunah[ra] var hennes halvsøster Hadrat Zainab bint Khuzaimah[ra] gift med Den hellige Profeten[sa]. Andre av søstrene hennes inkluderte Asma bint Umays[ra] (kone til Hadrat Abu Bakr[ra]) og Salma bint Umays[ra] (kone til Hadrat Hamzah[ra]).

Hennes opprinnelige navn var Barrah, men Den hellige Profeten[sa] endret det til Memunah, som betyr "den velsignede".

Ekteskap

Hendelsen i ekteskapet hennes er unik i sin natur. Den hellige Profeten[sa] hadde sett en drøm om at han gjorde rundgang rundt den hellige Ka'ba. I år 628 e.Kr. la han ut med hundrevis av ledsagere for å utføre Umrah. De slo leir utenfor Mekka på et sted som heter Hudaibiyyah.

Imidlertid gikk ikke Quraisj med på det, og undertegnet i stedet en fredsavtale som hadde flere betingelser. Dette var en viktig traktat for å stanse krig og opprettholde fred i regionen. Et av vilkårene i Hudaibiya-traktaten uttalte at Den hellige Profeten[sa] og hans følgesvenner måtte returnere til Medina det året, men året etter kunne de få lov til å gå inn i Mekka og oppfylle umrahs ritualer.

Under reisen henvendte Hadrat Abbas[ra] til Den hellige Profeten[sa] og fortalte ham at søster til hans kone var en enke. Han spurte Profeten[sa] om å gifte seg med henne om han syntes det var greit. Hadrat Muhammad[sa] samtykket og ekteskap med Hadrat Menunah[ra] fant sted i Sarif.

Hadrat Memunah[ra] sin familie var fiendtlig overfor muslimer, men med dette ekteskapet ble forholdene mellom disse gruppene bedre. Angående ekteskapet mellom Profeten[sa] og Memunah[ra] har Hadrat Ibn Abbas[ra] berettet at:

"Profeten[sa] giftet seg med Memunah[ra]... Og hun hadde gitt Abbas[ra] ansvaret om sitt ektekap. Han giftet henne til Profeten[sa]." (Sunan al-Nasai, hadith 3273)

I forklaring til denne beretningen har Hudoor[aba] sagt at: ”Det er nå bevist at folk som spiser mye kukjøtt får en del sykdommer. F.eks. de som har syreproblemer eller gikt blir anbefalt av leger å spise mindre av det. Folk med hjerte/og kar lidelser blir også oppfordret til å spise mindre kjøtt. Det kan også hende at Den hellige Profeten[sa] ga dette rådet til en pasient som pleide å spise mye kukjøtt eller tilhørte et område der det var mye bruk av det. Når det gjelder fettet er det ikke klart for meg om hvilke fordeler det kan være. Men jeg vil gjerne oppfordre ernæringsfysiologene til å finne ut av det og informere meg også. Siden denne anbefalingen har kommet fra profeten Muhammad[sa] er det sikkert noen fordeler ved den. Mulig det er fett fra et område på dyrets kropp som har denne gunsten. Det bør gjøres mer forskning på dette.”

Den hellige Profeten[sa] hadde et hjerte som var fylt av kjærlighet for menneskeheten og var alltid på jakt etter muligheter til å kunne gavne dem på en eller annen måte. Må Gud gjøre oss i stand til å følge i hans fotspor, og alltid være parat til å gripe enhver mulighet for å kunne gavne menneskeheten, Amen.

Kilde:

(Fredagspreken av Hadrat Khalifatul-Masih V[aba], 15. april 2005)

pasientene som hadde okkluderte hjerteårer og legen anbefalte hjerteoperasjon fikk stor gevinst ved bruk av denne metoden.

Angående oliven har Profeten[sa] anbefalt å massere med dens olje siden, det er bra for porer og har kur for ca. 70 lidelser. Det er bra å spise dem også. (Kanzul Amāl, Kitab-Al-tibb, kap. 1, hadith nr.: 28299) Hadrat Ayesha[ra] har berettet at Den hellige Profeten[sa] hat sagt at tynn grøt av honning og mel er gunstig for den syke og forbedrer humøret. (Bukhari, Kitab-Al-tibb)

I en annen beretning nevnes det at dadler er sunne og hjelper mot kolikk. (Kanzul Amāl, Kitab-Al- tibb, kap. 1, hadith nr.: 28195)

Det brettes også om fordeler med å drikke kumelk og at dens smør og fett er gunstige. I samme beretning anbefales det å ikke spise mye kjøtt fra ku. (Kanzul Amāl, Kitab-Al-tibb, kap. 1, hadith nr.: 28210)

Noen helseråd fra profeten Muhammad[sa]

Shahida Nasreen

Når Profeten[sa] besøkte de syke, pleide han å gi generelle helseråd. Disse er omtalt i flere beretninger. Nedenfor skal jeg nevne noen få av dem. De gir bevis på hvor mye Den hellige Profeten[sa] brydde seg om de syke.

Hadrat Ayesha[ra] har berettet at:" Jeg hørte Den hellige Profeten[sa] fortelle at i nigellafrø (Kawonji på indisk), finnes det en kur mot enhver sykdom unntatt døden." (Bukhari Kitab-Al- tibb).

I en annen beretning fortelles det at Den hellige Profeten[sa] sa:" Spis fiken. Det er en sunn frukt. Om jeg skal nevne en frukt fra paradiset, vil Jeg si at fiken er en slik frukt som kommer fra paradis og ikke inneholder stein. Så spis den fordi den kurerer hemorroider og lindrer gikt. Fiken er bra for de som lider av gikt". (Kanzul Amāl, Kitab-Al- tibb, kap. 1, hadith nr:28280)

Så er det et helseråd om bruken av rosiner. Rosiner bør brukes fordi det fjerner bitterhet, er slimøsende, styrker nervesystemet, forbedrer fatigue, forbedrer moral og lindrer i psykiske lidelser. (Kanzul Amāl, Kitab-Al-tibb, kap. 1, hadith nr.: 28265)

I forklaring til dette fortalte Hadrat Mirza Masroor Ahmad[aba] at: Noen hjertesyke pasienter har også erfart at rosiner lagt i rosevann har lindret tette blodårer. De

fra denne lampen, men de som løper fra ham fordi de er undrende eller tvilende, vil falle for mørkets grep. Han sier videre at han er en godt sikret festning og den som kommer inn i festningen vil redde livet sitt fra å falle i hendene til tyvene. Men den som holder seg utenfor hans fire vegger, vil møte døden på alle sine sider, og til og med hans døde kropp vil ikke være igjen.
Den utlovede Messias[as] nevner så noen av sine nærmeste følgere, blant annet Maulvi Hakīm Nor-ud-Din[ra] som ble kalif etter Den utlovede Messias[as] sin bortgang. Han nevner også Sheikh Mohammad Hussain Muradabadi, Hakīm Fazl-ud-Din Bhervi og Mirza Azīm Beg med beundringsverdige ord og kjærlighet.

Mot slutten av boken kunngjør Den utlovede Messias[as] at hvem enn som måtte ha spørsmål om det han tar opp, om det som tas opp i Den hellige Koranen eller om læren til Den hellige Profeten[sa], kan skrive til ham på en ordentlig måte og be om svar. Han sa at han kom til å publisere svarene på deres spørsmål i bokformat.

Måtte Allah hjelpe oss med å ta lærdom av islams sannhet i så stor grad at vi virkelig kan gi troen den seieren den fortjener Amen.

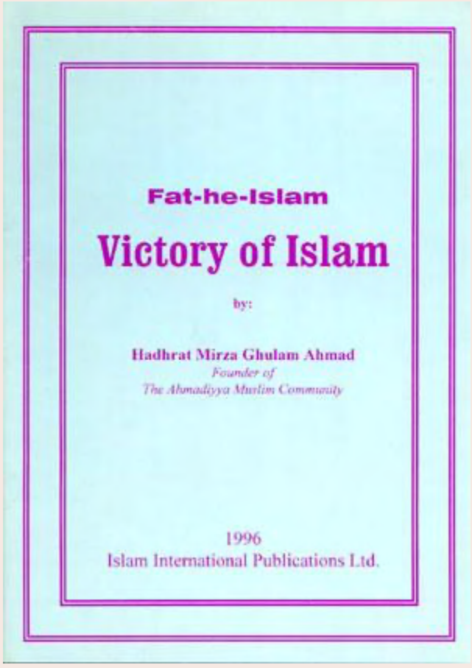

SAMMENDRAG AV BOKEN «ISLAMS SEIER» SKREVET AV DEN UTLOVEDE MESSIAS^{AS}

Annum Saher Islam

Hvis vi begynner med å åpne skattekista som vår grunnlegger, Den utlovede Messias^{as}, Hadrat Mirza Ghulam Ahmad fra Qadian, etterlot oss, vil vi finne den ene skatten etter den andre som vil gi oss et kunnskapsgrunnlag vi ellers bare kan drømme om å innhente fra andre steder.

Boka jeg skal skrive litt om i dag er intet unntak og ble utgitt under navnet *«Fath-e-Islam»* eller *«Victory of Islam»* i 1891 av Den utlovede Messias^{as}. Det var den første boken i en serie på tre hvor han detaljert legger frem og forklarer noen av sine påstander.

Den utlovede Messias^{as} innleder boken med å nevne de forsøkene som ble gjort av kristne på å konvertere muslimer til kristendommen. Han bemerker at mørket har gått foran og uro har blitt den nye verdenstilstanden. Gode gjerninger har blitt forskjøvet til fordel for giftige ideer som infiltrerer hjernene til mennesker. Han trekker frem deler av den kristne læren som minner som får rettferdighet og ydmykhet til å eksplodere og kunngjør for verden at han ble sendt av Gud til å utfordre disse ondene. Han spør muslimer om ikke de tenker at det er nødvendig, under slike omstendigheter, at Gud sender en person til å hjelpe menneskeheten på en stor skala. Han sier at han er den som har blitt sendt under disse forholdene, på den riktige tiden, for å gjenopplive religionen og for å etablere den i folks hjerter. Når det gjelder ofringene som vil bli nødvendige så sier han at vi bør være beredt til å ofre våre liv, om det trengs.

Den utlovede Messias^{as} trakk frem arbeidet sitt og sa at for å reformere mennesker, er det fem ting som må gjøres:

1) Å skrive bøker som kan trykkes og deles ut
2) Å lage plakater og annet egnet til utdeling
3) Å ta imot de som kommer til Qadian og gi dem en bedre innføring og forståelse
4) Å skrive brev til ulike mennesker rundt omkring i verden
5) Å organisere de som blir valgt til dette arbeidet

For å forsikre mennesker om at det var helt essensielt for dem å tro på han sa Den utlovede Messias^{as} at de som forlater ham, forlater Den som sendte ham (altså Gud). Derimot den som blir en del av hans misjon, blir en del av Formålet til Gud. Han sa videre at han har en lampe i hånden sin og den som kommer til ham vil få med seg lyset

reflekter over dens budskap, og vis den en slik kjærlighet som du ikke har vist noen andre.» (*Ruhani Khazain*, bind 19, *Kashti-e Nuh*, s. 28)

I vårt trossamfunn har det vært et stort fokus rundt det å lære seg de første sytten versene av sura Al-Baqarah utenat og flere av kalifene har påminnet oss om dette, men det ble uten tvil mest vektlagt under den tredje kalif, da en av de mest opplysende prekenene ble holdt av Hadrat Mirza Nasir Ahmad[ra] i Mubarak moskeen, Rabwah, den 5. september 1969. Her forklarte han Allahs storhet og sa at Allah har åpnet uendelige dører for menneskets fysiske og åndelige utvikling, og en av måtene for å oppnå denne utviklingen er å lære seg de første sytten versene av sura Al-Baqarah utenat. Og ikke bare den arabiske teksten, men også oversettelsen og tolkningen. Slik viste han oss at Koranen er en levende bok, en uendelig visdomsskatt, som mennesket kan dra nytte av helt til dommens dag.

Dette er velsignelsen av Den utlovede Messias[as] og hans kalifer, som gjennom sine liv har stått til tjeneste for Koranen på et slikt vis at andre også er blitt nødt til å innrømme dette. De har lagt frem meget verdifulle og storslåtte tolkninger av Koranen, og i trossamfunnets medlemmer har de utviklet en stor kjærlighet og vilje til å tjene og lese Den hellige Koranen. Ahmadiyya trossamfunn har rettledet verden og deres misforståtte tolkninger, og fremlagt tolkninger som viser Guds og islams storhet, og stadfester profeten Muhammads[sa] høye stilling. På denne måten har denne tids utlovede Messias reddet islam og oppfylt formålet med sitt komme. Han har selv uttalt følgende om formålet med sitt komme: «*Gud har sendt meg så jeg kan bevise for verden at Koranen er en levende bok og at islam er en levende religion og at profeten Muhammad[sa] er en levende profet.*» (*Majmu'ah Ishteharat*, bind 3, s. 267, *kunngjøring* 25. mai 1900).

Måtte Allah gjøre oss alle i stand til å bidra i presentasjonen av den hellige Koranen som en levende bok overfor verden Amen.

Viktigheten av å lære seg de 17 første vers av sura Al-Baqarah

Iram Khalil

Den hellige Koranen er en stor velsignelse som er skjenket muslimene. Den er fylt med visdom og rettledning. Men da Ahmadiyya trossamfunn oppstod var situasjonen uheldigvis den at Koranen var blitt en lukket bok. Den ble ansett som kun en bok med gamle historier, og mange satte Profetens[sa] ord foran Guds ord. Muslimer dro ikke fordel av visdomsskattene i denne boken, som kom som en rettledning for menneskeheten. De så ikke dens storhet eller de velsignelser som fulgte med den. Slik var muslimenes tilstand på Den utlovede Messias[as] sin tid. Den utlovede Messias[as] viste verden Koranens skjønnhet og fremla den som en levende bok. Han brukte sterke argumenter og beviste at hvert ord i Koranen i virkelighet er Guds ord, og at ikke den minste del av denne boken vil forandres eller oppheves frem til dommens dag. Denne boken er fylt med visdom og er i dag kilden til verdens frelse. Den utlovede Messias[as] uttalte blant annet følgende om Koranen: «*Vit at slik det ikke er mulig å se uten øyne, ikke høre uten ører og ikke å tale uten en tunge, er det heller ikke mulig å se Gud uten hjelp av Koranen.*» (*Rohani Khazain*, *Islami Usool ki filosofi*, s. 128-129)

Han kom med følgende oppfordring til sitt trossamfunn: «*En veldig viktig lærdom for deg går ut på å ikke kaste Koranen som noe unødvendig, da livet ditt er avhengig av denne. De som ærer Koranen i denne verdenen, vil bli æret i den neste. De som setter Koranen foran enhver hadith og annen uttalelse, vil bli begunstiget i himmelen. I dag finnes det ingen annen bok for menneskeheten enn Koranen. Og det finnes ingen annen profet og åndelig veileder enn profeten Muhammad[sa].*» (*Rohani Khazain*, bind 19, *Kashti-e Nuh*, s. 15)

Om viktigheten av å være oppriktig i sin kjærlighet til Koranen, sa han følgende: «*Det er Koranen som har vist veien til den virkelige og fullkomne frelsen. Alt annet er kun en skygge av denne. Så les Koranen og*

Al-Ghaffar: Den tilgivende, Al-Ghafûr: Den alttilgivende

Disse er attributter som betyr nesten det samme; altså den som tilgir synder og feil. Han dekker også over menneskets svakheter, som er også en form for tilgivelse. Hazdat Khalifatul-Masih II[ra] sier: "Hvis det er noen svakheter i gode prosesser eller handlinger, velger Gud å ignorere disse svakhetene og heller fokuserer på den gode intensjonen".
(Tafsīre Kabīr)

At-Tawwab: Den som godtar anger

En som angrer og er fastbestemt på å gjøre det godt i fremtiden, blir godtatt hos Gud. Hadrat Khalifatul-Masih II[ra] sier at: Når en tjener bøyer seg for Gud med et oppriktig hjerte og vender seg til Ham, vil tawwab være med på å fjerne ondskap og svakheter.
(Tafsīre Kabīr, bind 2, s. 2)

Faktum er at når mennesket synder, blir han fjernt fra Allah, den opphøyde, og Allah blir fjern fra ham. Imidlertid når mennesket vender seg til Gud angrende for sine synder, blir Den evig barmhjertige og edel Gud rørt, og tar hensyn og vender Seg til Sitt folk. Det er derfor Han heter Tawwab. Dermed bør mennesket vende seg til sin Herre slik at også Han vender seg til ham med velsignelser.'
(Fredagspreken 2. mai 2014 av Hadrat Khalifatul-Masih V[aba])

Asj-Sjakûr: Den anerkjennende

En som anerkjenner og setter pris på lydighet, og belønner for gode gjerninger.

Al-Muzill: Den vanærende

Gud undertrykker ikke sine tjenere eller ydmyker dem, men de som ikke adlyder Hans befalinger til tross for gjentatte tilgivelser blir ydmyket på grunn av sine onde gjerninger.

An-Nafi': Den som begunstiger

Virkelig og sann fordel kommer fra Gud alene og derfor skal Han alene tilbes. Dette resulterer i å oppnå velstand i denne verdenen så vel som det hinsidige. Det er ikke slik at Han skal tilbes bare fordi generell nytte og fordel er knyttet til Ham, men fordi Han er skaperen og opprettholderen av hele universet, er Herren over alle verdener og derfor er den eneste kilden til all nytte og gevinst.
(Fredagspren 1. mai 2009 av Khalifatul-Masih V[aba])

Ar-Ra'uf: Den medfølende

Denne attributten betegner ekstrem barmhjertighet og vennlighet og er virkelig et av de vakre guddommelige navnene. Det er beskrevet i Lisan al-Arab [Den arabiske ordboken] at medfølelsesattributtet er dypere og faktisk mer subtil enn attributten for barmhjertighet, og at det betegner et vesen som er alltid barmhjertig.

(Fredagspreken Khalifatul –Masih IV^{ra}, 13. des 2002)

Al-Karīm: Den ærverdige

Den ærverdige i den forstand at Han er høyt hevet over alt og mest lovprisningsverdig. Han er Den allmektige og Den tilgivende. Hadrat Khalifatul-Masih II^{ra} sier at: Karīm betyr raushet, det vil si at tilgivelsen er uten forventning av gjengjeld."

(Tafsīr-e-Kabir)

Al-Wadud: Den kjærlige

Guds ubetingede kjærlighet til Sine trofaste tjenere som aldri avtar, men kun øker.

Al-Wālī: Den som styrer

Den som styrer og hjelper, men også elsker. Et vesen som tar seg av alle saker angående hele universet og all skapelse. Det viser også til en venn som er alltid til å stole på. Han er verge for Hans rettferdige og trofaste tjenere. Gud sier i Den hellige Koranen at: "Han er vennen til de som tror."

(Sura al-Baqarah vers 258).

Sannheten er at Gud er venn til de som er troende, en tro som er fri for verdslig blanding og fortsetter å stadig utvikle mot økt fromhet. Den bringer dem ut av mørke til lys; bort fra de fysiske og åndelige svakheter mot forbedring og styrke. Så Gud forkynner at Han vil velsigne de som tror; med spirituell og fysisk utvikling, både på individnivå og i fellesskapet, og vil frata deres problemer fra dem. De som søker dette ved å følge Guds bud, vil Gud bli deres venn, og ingen motstand eller makt i denne verdenen kan beseire dem.

(Fredagspreken 23. okt 2009 av Khalifatul-Masih V^{aba})

Guds attributter

Sana Shoaib

Alt på jord og i himmelen er Guds skapelse, og er i seg selv et bevis på Hans eksistens.
Når mennesket stadig øker sin kunnskap om jorden og himmelen vil attributtene til Den allmektige Gud bli mer og mer tydelige. Den hellige Koranen beskriver attributtene til Den allmektige Gud i detalj slik at mennesket forstår Hans skjønnhet. Mennesker bør tilstrebe å erverve seg egenskapene til Guds attributter, for å få et godt forhold til Ham.
Hadrat Khalifatul-Masih II[ra] sier at: "Bygg dine moralske verdier i samsvar med Guds attributter. Du skal tilstrebe å erverve deg personlige egenskaper som en refleksjon av dem.
(Tafsīr-e-Kabīr)

Ar-Rahīm: Den evig barmgjertige

Den tredje Guds attributt er ar-Rahīm som betyr Evig/gjentatt barmhjertighet, på grunnlag av god tro, gjerninger og moral. Den utlovede Messias[as] sier at: Denne attributtene krever fra et menneske hardt arbeid og innsats, og en sterk tro om at det harde arbeidet bærer frukt. Hvis en person ikke tror, vil han bli lat og ubrukelig. I Koranen sier Gud at Han godtar menneskets bønn og gode gjerninger, for så å beskytte dem mot skader. Barmhjertigheten gjennom denne attributtene tilhører spesielle mennesker. (Tafsīr-e-Kabīr)
Hadrat Khalifatul-Masih II[ra] sier videre i sin tolkning av Koranen at: "Å være evig barmhjertig betyr ikke at en og samme gjerning blir belønnet gjentatte ganger, men at en heller forstår virkeligheten av godhet og gjør gode gjerninger for godhetens skyld. Mennesket får et indre begjær om å gjøre gode gjerninger, slik at det oppnår Guds barmhjertighet; som fungerer som et frø i hjertet for fremtidige gode gjerninger.
(Tafsīr-e-Kabīr, bind 1, side 2)

As-Samī': Den althørende, Al-Mujīb: Den lydhøre

Gud har erklært Seg selv som Den hørende i Den hellige Koranen, noe som betyr at Han fult ut hører menneskets bønn og oppfyller deres behov.
(Tafsīr-e-Kabīr, bind VI, side 5)

Al-Latiīf: Den uutgrunnelige

Det vil si at Gud sitter med kunnskap om det uvitende; som ikke er avslørt til mennesker. Ordet Latīf betyr også at Han kjenner hemmelighetene.

vært riktig hvis jeg ikke hadde besøkt Nigeria. Den årlige forsamlingen i Nigeria hadde blitt holdt bare noen få dager tidligere og deltatt av et stort antall mennesker. Det ble derfor antatt at ikke mange ville fått muligheten til å komme fra fjerntliggende områder ved anledning besøket. Men 30,000 mennesker samlet seg for å se meg og møte meg for bare to timer, og deres utrykk for kjærlighet og hengivenhet var til å ta og føle på. Slik uttrykk for kjærlighet fra mennesker som ikke en gang hadde sett kalifen før, var faktisk utrolig. Under avslutningsbønnen, gråt menn og kvinner med en slik intensitet at bare Gud kunne ha skapt slik kjærlighet i hjertene deres.

Hudoor[aba] sa videre at: I 2008 besøkte jeg Ghana. Jama'aten hadde kjøpt et område på 200 mål eller hekter og flere ahmadiyyamuslimske menn og kvinner hadde samlet seg der før min ankomst. Området hadde tidligere blitt brukt som en fjærfegård som hadde blitt omgjort til et overnattingssted med få forandringer, men ble fremdeles ganske over folket. Til tross for alt dette, klagde ingen. Mange av de som deltok i den årlige forsamlingen var velstående forretningsmenn, lærere og gjorde andre jobber. Hvis noen ikke fant et overnattingssted innendørs, la vedkommende seg bare teppet sitt utendørs og sov der. Det ghananske folket er generelt kjent for deres tålmodighet, men ved denne anledningen viste de ekstraordinær utholdenhet. Hvis noen spurte de som sov i det åpne om at det måtte ha vært vanskelig for dem, sa de at de hadde kommet for å delta på forsamlingen i nærvær av kalifen, og at slike små ulemper ikke spilte noen rolle for dem.

Omtrent tre tusen mennesker fra Burkina Faso deltok også i forsamlingen, inkludert 300 khuddam som hadde reist på sykler. På grunn av det store antallet, kunne ikke noen av dem få tak i mat. Senere instruerte jeg misjonæren der om å be dem om unnskyldning for dette å sikre seg at det ikke ville skje igjen. Da unnskyldningen ble formidlet til dem, sa de at de hadde oppnådd det formålet de hadde kommet for, og at mat ikke spilte stor rolle siden de spiser mat hverdag.

Hudoor[aba] sa at: Disse eksemplene er ikke fra folk som er født i ahmadiyyamuslimske familier eller avkom av disiplene til Den utlovede Messias[as], nei disse er folk som lever tusenvis av kilometer unna, på steder som ikke en gang har ordentlige veier. De aksepterte ahmadiyyalæren bare noen får år siden og fortsatt viser de en slik trofasthet som forbløffer enhver. Vi bør alltid fortsette å be for at må Allah fortsette å stryke vår oppriktighet og trofasthet.

Hudoor[aba] sa at: Dette er bare noen få eksempler som tydeliggjør at bare Gud kan inspirere folks hjerter med en slik hengivenhet og oppriktighet, og at ingen verdslig kraft kan ta dette fra dem. Den utlovede Messias[as] har sagt at vi ville se Allahs løfter til ham komme til virkelighet. De fleste av oss har faktisk sett dem komme til virkelighet.

På slutten av prekenen, annonserte Hudoor[aba] at fra den 27. mai 2020; som er Kalifatets dag, har MTA kanalen startet å sende i en ny sekvens i henhold til forskjellige regioner i verden. Hudoor[aba] leste ut detaljene av disse 8 kanalene og sa: Måtte Allah velsigne dette nye systemet og muliggjøre for MTA å formidle budskapet om islam langt og bredt. Amen.

Oversatt av Momna Ahmad fra: Engelsk resyme, sendt av Ch. Hameedullah; Wakil A'la, Tahrik Jadid Anjuman Ahmadiyya Pakistan. Datert: 3.juni 2020

ønske meg bedring". Redaktøren skrev videre at: Kalifatets elskere utrykker sin kjærlighet på utrolige måter. *Herr Hakim Muhammad Hussain Quraishi* skriver: En dag ba jeg til Gud, "Å Herre, behovet for Noahs tid var begrenset. Men bare Du vet om behovet som ligger foran oss i dag. Hør derfor våre bønner, og skjenk imamen vår med et liv like langt som Noah."

En dag satt Hadrat *'Abdullah av Khiwa Bajwah* i selskap med Hadrat Khalifatul-Masih I[ra] og han sa til Hudoor[ra] at: "Vær så snill og fortell meg om noe som jeg kan gjøre." Hadrat Khalifatul-Masih[ra] svarte at: "Jeg kjenner ikke til noe som du ikke allerede har gjort. Alt som gjenstår for deg nå, er å memorere Den hellige Koranen." Og dermed, *Herr 'Abdullah*, som var 65 år gammel på den tiden, startet å memorere Den hellige Koranen og fullførte det. Slik var disse menneskenes ivrighet etter å adlyde instruksjonene fra Khalifatul-Masih.

Da Shuddi-bevegelsen var i full gang ble Hadrat Khalifatul-Masih II[ra] veldig bekymret av disse hendelsene. I en av hans prekener instruerte Hadrat Musleh Ma'ud[ra] ahmadiyyamuslimer til å dra til disse områdene på egne utgifter og prøve å konvertere disse menneskene tilbake til islam som hadde gått over til hinduismen. Trossamfunnet svarte på dette kallet med stor inderlighet. Høyt kvalifiserte mennesker, statlige ansatte, lærere, handelsmenn, og medlemmer fra alle lag av samfunn i livet dro for å forkynne i disse områdene. Og som resultat kom tusenvis tilbake til tilbedelsen av Den ene Gud.

Herr Mahr Mukhtar Ahmad var en trofast ahmadiyyamuslim fra Khanewal distrikt. I 1974, under kalifatet til Hadrat Khalifatul-Masih III[ra], var det mye motstand mot trossamfunnet og motstanderne gjorde livet hans vanskeligere. Siden han også var en produktiv forkynner, motarbeidet hans egen familie ham og boikottet ham. Men dette gjorde ham ytterligere fast i sin tro og begynte å forkynne enda mer. Som et resultat, økte motstanderne også i deres forfølgelse av ham. Herr Mahr solgte da jordbruksarealet sitt og flyttet til Rabwah hvor han skaffet seg et land på kontrakt og begynte å dyrke avlinger. Da han møtte Hadrat Khalifatul-Masih III[ra], fortalte han at han hadde solgt sitt land og flyttet til Rabwah. Hudoor[ra] anerkjente ikke dette og sa at han ikke burde ha forlatt sitt område. Herr Mahr dro deretter tilbake til Khanewal og kjøpte arealet sitt tilbake til en høyere pris enn han hadde solgt for tidligere. Etter det kom han tilbakefor å se Hadrat Khalifatul-Masih III[ra], og fortalte ham at han hadde gjort som Hudoor[ra] hadde instruert. Hudoor[ra] ble veldig glad, og Herr Mahr mimret alltid tilbake til denne hendelsen med et smil om munnen.

Hadrat Khalifatul-Masih IV[ra] sa ved en anledning at: Den ekstraordinære transformasjonen som ble frembrakt i Afrika gjennom Jama'at var et resultat av ofringene av fra de gamle misjonærene. Noen veldig innflytelsesrike ahmadiyyamuslimer fortalte meg at ikke en gang de hadde en sann ide om hvor langt folket deres hadde vokst i deres kjærlighet for Ahmadiyya trossamfunnet og hvordan de var villige til å gi maksimal tid til å spre dets budskap. En herre fortalte meg at han ikke kunne forestille seg at landet hans ville utøve slik hjelp og slik kjærlighet for Jama'atens kalif. Det var større enn det han forestilte seg. Han sa at bare statsledere fikk en slik behandling, og at det ikke var et resultat av Jama'atens innsats, men en usynlig makt så ut til å virke, som visselig tilhører Allah.

Hudoor[aba] sa at: I løpet av mitt kalifat besøkte jeg Nigeria i 2004. Det var en to-dagers tur som ikke hadde blitt planlagt på forhånd. Men etter å ha vært der innså jeg at det ikke hadde

Sammendrag av fredagsprekenen til Hadrat Kalifatul-Masih V[aba], den 29. mai 2020, i Mubarak moské, Islamabad, Tilford, UK.

Hudoor[aba] sa: Den utlovede Messias[as] sier at: "Jeg er takknemlig overfor Allah for å ha velsignet meg med en lojal og trofast Jama'at. Min erfaring er at hver gang jeg har appellert til dem for et hvilket som helst formål enhver hensikt, så kommer de frem med stor entusiasme og ønsker å utmerke seg fremfor hverandre med sine beste evner. Jeg finner i dem ekte oppriktighet, kjærlighet og hengivenhet."

Hudoor[aba] sa: Vi har bevitnet utallige eksempler på oppriktighet og hengivenhet blant tilhengerne av Den utlovede Messias[as]. Disse beretningene er ofte blitt fortalt av medlemmer av eldre ahmadiyyafamilier. Man kan også finne dem i Jama'atens litteratur, i prekener og taler fra kalifer. En slik lojalitet og oppriktighet er kjennetegnet til dette trossamfunnet og en garanti på dens enhet.

Den utlovede Messias[as] etter å ha blitt informert av Gud, fortalte medlemmene i trossamfunnet at hans tid i denne verden var snart over, løftet han også opp humøret ved å gi dem gode nyheter om et kalifat som kom etter ham. I hans bok *Al-Wasiyyat* skriver han: "Det er viktig for dere å være vitne til den andre manifestasjonen. Dens komme er bedre for dere fordi den vil vare til Dommedagen. Men den andre manifestasjonen kan ikke komme før jeg har gått bort. Og når jeg har reist, vil Gud sende dere den andre manifestasjonen som forblir hos dere for alltid."

Hudoor[aba] sa: I tråd med dette gudommelige løfte, kalifatet som institusjon ble etablert etter dødsfallet til Den utlovede Messias[as]. Forholdet mellom medlemmene av Jama'at og kalifatet er et forhold som dannes med total oppriktighet og hengivenhet, uansett om de er nye eller gamle ahmadiyyamuslimer, unge eller eldre, menn eller kvinner, og til og med ahmadiyyamuslimer som bor i fjerntliggende land som ikke en gang har møtt kalifen. Så snart de får høre hva Khalifatul-Masih har sagt, gjør de sitt ytterste for å adlyde. De utrykker sin kjærlighet og hengivenhet på utrolige måter. Disse er praktiske demonstrasjoner av oppfyllelsen av Guds løfte. Kjærligheten kalifatet har for Jama'aten, og kjærligheten Jama'aten har for kalifen er beviset på Guds hjelp og støtte. Dette er ikke kun en tom påstand, men er bygget på hundretusener av eksempler som, hvis de ble samlet, ville fylle en rekke med bøker.

Hudoor[aba] siterte noen eksempler som gir uttrykk for hvordan ahmadiyyamuslimer har vist sin kjærlighet og trofasthet til kalifatet helt siden bortgangen til Den utlovede Messias[as] som fant sted for 112 år siden. Hudoor[aba] sa: Motstandere trodde at Ahmadiyya trossamfunnet ville komme til en slutt etter dødsfallet til Den utlovede Messias[as]. Men i stedet har Jama'atens trofasthet til kalifatet og til Den utlovede Messias[as] fortsatt å vokse. Dette var bunnet til å skje siden det ble profetert av Den Hellige Profeten[sa] selv. Hudoor[aba] siterte følgende eksempler i denne forbindelsen:

Redaktøren av *Al-Badr* skrev følgende i kontekst med sykdommen til Hadrat Khalifatul-Masih I[ra] "Disse dagene har vi mottatt mange brev fra medlemmer av Jama'aten. Som svar på disse brevene har Hadrat Khalifatul-Masih sagt at: "Jeg ber for alle de som skriver for å

etter å ha smakt noe av åpenbaringen, skal innrette sitt liv i henhold til dem som er mottagere av virkelig åpenbaring. Hvis denne personen så ikke vandrer rettferdig som en sann Guds tjener, vil han aldri anses som verdig denne himmelske gunst, og han vil stå tilbake med et hjerte hvor kun forfengeligheten lever.

Millioner av gudfryktige har fått oppleve å motta guddommelig åpenbaring. Likevel må vi være klar over at de ikke innehar samme rang i Guds øyne. Endog Guds hellige profeter, som alle mottar åpenbaringer på høyeste plan, er på ulike trinn av verdighet innfor Gud. Den allmektige Gud sier:

"Disse sendebud har Vi opphøyet, noen over andre." (2:254)

Dette viser at åpenbaring ene og alene er Guds nåde. Det er ikke noe bevis på vedkommende opphøyde stilling. Hvor høyt en person står i Guds øyne, er avhengig av hans sannferdighet, hengivenhet og trofasthet; disse kvaliteter som bare Gud kjenner. Guddommelig åpenbaring i all sin velsignelse er imidlertid også en frukt av disse egenskaper. Når en person etter å ha bønnfalt sin guddommelige Herre, mottar svar, og når svar følger spørsmål i uavbrutt mønster, når ordene ledsages av lys og guddommelig majestet og avslører fremtidens skjulte hemmeligheter og de dype sannheter - da er det i sannhet Guds ord. Åpenbaringer fra Gud bærer preg av å være en samtale mellom to nære og fortrolige venner. Når denne tjener bærer frem et spørsmål til sin Herre, vil Han motta svar i de mest vakre og kjærlige ord; et svar som er helt fritt for hans egne tanker og ideer.

Når en person opplever en slik samtale, er det i sannhet fra Gud, og vedkommende har vunnet Guds velbehag. Denne velsignede nådegave av rene og levende ord, klart og tydelig åpenbart fra Gud, skjenkes kun til dem som besitter en høyverdig og ren hengivenhet og tro, og hvis liv, - både det indre og det ytre, - leves i renhet og rettferdighet.

(Islamske Grunntanker, s. 120-122)

Utsagn av Den utlovede Messias; Hadrat Mirza Ghulam Ahmad[as]

Hva er en åpenbaring?

Det første man må være klar over, er at åpenbaring ikke er det samme som at en eller annen lysende ide dukker opp i tankene til en som studerer på et spesielt spørsmål, f.eks. en dikter som opplever at de neste linjer i et dikt han holder på å skrive, plutselig står klart for ham. Dette er ikke åpenbaring, men kun resultat av menneskelig refleksjon og naturens lover. Når en person setter seg til å gruble over noe, vil det dukke opp ideer og muligheter i tankene hans, uansett om det han funderer på er godt eller ondt ....

Om åpenbaring skulle defineres som nye ideer som dukker opp, kunne endog en morder og en tyv sies å motta åpenbaringer fra Gud, fordi det dukker opp mange brilliante og snedige planer i hans hode når han planlegger sine misgjerninger. Skulle slike skitne tanker og planer kalles åpenbaringer? Nei, så sannelig ikke! Slik tenker bare de som ikke vet at den sanne Gud med Sitt ord gir fred og trøst til de rettferdiges hjerter, og skjenker kunnskap om de åndelige sannheter til dem som ikke har hatt kjennskap til dem.

Hva er så åpenbaring? Det er Den allmektige og levende Guds ord som Han skjenker den av Sine trofaste tjenere som Han har utvalgt Seg, eller åpenbarer for den Han har bestemt å utvelge. Når disse utsøkte meddelelser fortsetter på en mest velsignet måte, fri for enhver form for mørke og onde tanker, og ikke bare består av noen få meningsløse ord, men er full med himmelsk lykke, visdom og storhet – da er det i sannhet Guds ord som Han har bestemt å skjenke Sin utvalgte tjener til trøst og oppmuntring og således manifestere Seg for ham. Det hender at en åpenbaring gis som en prøvelse for den som opplever den, men da er den ikke i besittelse av de egenskaper og den styrke som karakteriserer sann åpenbaring. I slike tilfeller prøves et menneske på et tidlig tidspunkt i sitt gudsliv, slik at det,

Hadith

عَنْ اَبِیْ دَرْدَآءِرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: کَانَ
مِنْ دُعَآءِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ
السَّلَامُ : اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَ لُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ
الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ،
اَللّٰھُمَّ ا جْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَ مِنَ الْمَآ ءِ
الْبَارِدِ۔
(حدیقۃ الصالحین۔ صفحہ :121 ایڈیشن 2003ء)

Abu Darda[ra] beretter at Den hellige Profeten[sa] sa: Profeten David[as] pleide å be blant annet slik:
"Å Allah, Jeg ber Deg om Din kjærlighet og kjærligheten til de som elsker Deg – og om den handling som bringer meg fram til Din kjærlighet. Å Allah, gjør Din kjærlighet kjærere for meg enn meg selv, min familie og kaldt drikkevann." (Tirmidhi: Bok om personlige bønner)

(Hentet fra boken 'Selected sayings of Holy Prophet[sa], hadith nr: 10, s. 9)

Vers fra Den Hellige Koranen

Sura Al-A’raf vers 181-184

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿181﴾
وَ مِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿182﴾
وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿183﴾ ۚۖ
وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿184﴾

7:181 Og Allah (alene) tilkommer fullkomne attributter. Påkall Ham da med disse, og overlat til seg selv dem som avviker med hensyn til Hans attributter. De vil bli belønnet for det de gjør.
7:182 Og blant dem Vi har skapt, er det en menighet som rettleder ved hjelp av sannheten, og de handler rettferdig ved hjelp av den.
7:183 Og de som forkaster Våre tegn, vil Vi dra skritt for skritt på en måte de ikke kjenner.
7:184 Og Jeg gir dem utsettelse, sannelig Min plan er urokkelig.

ZAINAB

Amir AMJ Norge

Zahoor Ahmed CH

President Lajna Imaíllah Norge

Balqees Akhtar

Redaktør Urdu-del

Mansoora Naseer

Redaktør Norsk-del

Mehrin Shahid

Grafisk design

Zoya Smamah Shahid

Fakiha Choudry

Maham Naeem

Adresse: *Baitun Nasr Moské*

Søren Bulls vei 1

1051 Oslo

Kontakt@ahmadiyya.no

Vers fra den hellige koranen s. 1

Hadith s. 2

Utsagn av den utlovede messias, Hazrat Mirza Ghulam Ahmed[as] s. 3-4

Sammendrag av fredagspreken s. 5-7

Guds atributter s. 8-10

Viktigheten av å lære seg de første 17 vers av surah Al-Baqarah s. 11-12

sammendrag av boken «islams seier) s. 13-14

Noen helseråd fra profeten Mohammad[sa] s. 15-17

Hadrat Memunah bint al-Haris[ra] s. 18-19

Waqf-e-nau bør evaluere seg selv angående bønn (salat) s. 20-21

Pyramidene i Egypt s. 22-23

Oppskrift på Eplepai s. 24-25

Nasrats hjørne s. 26-29

L-S:2507

Dato: 05.11.2021

President for Lajna Ima illa Norge

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

Jeg har mottatt Zainab-utgaven for januar til mars 2021. Må Allah, den opphøyde, belønne dere.

All lovprising er for Allah alene. Magasinet Zainab er et verdig forsøk fra publikasjonsavdelingen.

Det inneholder artikler om den fremragende overbærenhet av Den hellige Profeten(sa), og det arbeidet som Den utlovede Messias(as) og Den utlovede Reformator(ra) gjorde for islam. Må Allah gjøre dette magasinet til en kilde for økt kunnskap for dets lesere, samt styrke gruppen av publikasjonsavdelingen i tro, oppriktighet og kunnskap. Amen.

Forkynn min kjærlige hilsen av Assalamo Alaikom Wa Rahmatullah Wa barakatohu til alle lajna og nasirat.

Wassalam

Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul-Masih V

ZAINAB

Lajna Ima'illah Norge

April til juni 2021

Allahs Attributter
Den Barmhjertige

Viktigheten av å lære seg de 17 første
versene av Sura Al-Baqarah

Sammendrag av boka
«Islams seier»